حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت سے نجات

اور

# اناجیل

از

افاضات

حضرت بانی جماعت احمدیہ مسیح موعود و مہدی معہود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# انجیلی شہادتیں

جاننا چاہیئے کہ اگرچہ عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام یہوداسکریوطی کی شرارت سے گرفتار ہو کر مصلوب ہو گئے اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے لیکن انجیل شریف پر غور کرنے سے یہ اعتقاد سراسر باطل ثابت ہوتا ہے۔ متی باب ۱۲ آیت ۴۰ میں لکھا ہے کہ: جیسا کہ یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا۔ اور اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہوا تھا تو صرف بیہوشی اور غشی تھی۔ اور خدا کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ یونس خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا۔ اور آخر قوم نے اس کو قبول کیا۔ پھر اگر حضرت مسیح علیہ السّلام مچھلی[1] کے پیٹ میں مر گئے تھے تو مُردہ کو زندہ سے کیا مشابہت اور زندہ کو مُردہ سے کیا مناسبت؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مسیح ایک نبی صادق تھا اور جانتا تھا کہ وہ خدا جس کا وہ پیارا تھا لعنتی موت سے اس کو بچائے گا۔ اس لئے اُس نے خدا سے الہام پاکر پیشگوئی کے طور پر یہ مثال بیان کی تھی۔ اور اس مثال میں جتلا دیا تھا کہ وہ صلیب پر نہ مرے گا۔ اور نہ لعنت کی لکڑی پر اس کی جان نکلے گی۔ بلکہ یونس نبی کی طرح صرف غشی کی حالت ہوگی۔ اور مسیح نے اس مثال میں یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ وہ زمین کے پیٹ سے نکل کر پھر قوم سے ملے گا۔ اور یونس کی طرح قوم میں عزت پائے گا۔ سو یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی کیونکہ مسیح زمین کے

[1]: کاتب کی غلطی سے پہلے ایڈیشن میں "مچھلی" لکھا گیا ہے۔ اصل میں "زمین" ہے۔ (شمس)

پیٹ میں سے نکل کر اپنی اُن قوموں کی طرف گیا جو کشمیر اور تبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی تھیں یعنی بنی اسرائیل کے وہ دس فرقے جن کو شالمندر شاہ اسور سامریہ سے مسیح سے سات سو اکیس برس[1] پیشتر اسیر کرکے لے گیا۔ آخر وہ ہندوستان کی طرف آکر اس ملک کے متفرق مقامات میں سکونت پذیر ہوگئے تھے اور ضرور تھا کہ مسیح اس سفر کو اختیار کرتا۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہی اس کی نبوت کی علت غائی تھی کہ وہ اُن گمشدہ یہودیوں کو ملتا جو ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ وجہ یہ کہ درحقیقت وہی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں تھیں۔ جنہوں نے ان ملکوں میں آکر اپنے باپ دادے کا مذہب بھی ترک کر دیا تھا اور اکثر اُن کے بدھ مذہب میں داخل ہوگئے تھے۔ اور پھر رفتہ رفتہ بُت پرستی تک نوبت پہنچی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر برنیر نے بھی اپنی کتاب وقائع سیر و سیاحت میں کئی اہل علم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ کشمیر کے باشندے دراصل یہودی ہیں کہ جو تفرقہ شاہ اسور کے ایام میں اس ملک میں آگئے تھے[2]۔ بہرحال حضرت مسیح علیہ السّلام کے لئے یہ ضروری تھا کہ ان گمشدہ بھیڑوں کو تلاش کرتے جو اس ملک ہند میں آکر دوسری قوموں میں مخلوط ہوگئی تھیں۔ چنانچہ آگے چل کر ہم اس بات کا ثبوت دیں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فی الواقع اس ملک ہند میں آئے اور پھر منزل بمنزل کشمیر میں پہنچے اور اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کا بُدھ مذہب میں پتہ لگا لیا۔ اور انہوں نے آخر اس کو اسی طرح قبول کیا جیسا کہ یونس کی قوم نے یونس کو قبول کر لیا تھا۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ کیونکہ مسیح انجیل میں اپنی زبان سے اس بات کو بیان کرتا ہے کہ وہ اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔

ماسوا اس کے صلیب کی موت سے نجات پانا اس کو اس لئے بھی ضروری تھا کہ مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔ اور لعنت کا ایک ایسا مفہوم ہے کہ جو عیسیٰ مسیح جیسے برگزیدہ پر ایک دم کے لئے بھی تجویز کرنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے کیونکہ بالاتفاق تمام اہل زبان لعنت کا

[1] ۔ اور ان کے سوا اور یہودی بھی بابلی حوادث سے مشرقی بلاد کی طرف جلاوطن ہوئے۔ منہ

[2] ۔ دیکھو جلد دوم واقعات سیر و سیاحت ڈاکٹر برنیر فرانسیسی۔



مفہوم دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس حالت میں کسی کو ملعون کہا جائے گا۔ جب کہ حقیقت میں اُس کا دل خدا سے برگشتہ ہوکر سیاہ ہوجائے اور خدا کی رحمت سے بے نصیب اور خدا کی محبت سے بے بہرہ اور خدا کی معرفت سے بکلّی تہی دست اور خالی اور شیطان کی طرح اندھا اور بے بہرہ ہوکر گمراہی کے زہر سے بھرا ہُوا ہو۔ اور خُدا کی محبّت اور معرفت کا نُور ایک ذرّہ اُس میں باقی نہ رہے اور تمام تعلق مہر و وفا کا ٹوٹ جائے اور اُس میں اور خدا میں باہم بغض اور نفرت اور کراہت اور عداوت پیدا ہو جائے۔ یہاں تک کہ خُدا اُس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے۔ اور خُدا اُس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے۔ غرض ہر ایک صفت میں شیطان کا وارث ہو جائے اور اسی وجہ سے لعین شیطان کا نام ہے[1]۔ اب ظاہر ہے کہ ملعون کا مفہوم ایسا پلید اور ناپاک ہے کہ کسی طرح کسی راستباز پر جو کہ اپنے دل میں خدا کی محبت رکھتا ہے صادق نہیں آسکتا۔ افسوس کہ عیسائیوں نے اس اعتقاد کے ایجاد کرنے کے وقت لعنت کے مفہوم پر غور نہیں کی ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ لوگ ایسا خراب لفظ مسیح جیسے راستباز کی نسبت استعمال کر سکتے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح پر کبھی ایسا زمانہ آیا تھا کہ اس کا دل درحقیقت خدا سے برگشتہ اور خدا کا منکر اور خدا سے بیزار اور خدا کا دشمن ہوگیا تھا کیا ہم گمان کر سکتے ہیں کہ مسیح کے دل نے کبھی یہ محسوس کیا تھا کہ وہ اب خدا سے برگشتہ اور خدا کا دشمن اور کفر اور انکار کی تاریکی میں ڈوبا ہُوا ہے؟ پھر اگر مسیح کے دل پر کبھی ایسی حالت نہیں آئی بلکہ وہ ہمیشہ محبت اور معرفت کے نور سے بھرا رہا تو اے دانشمندو! یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح کے دل پر نہ ایک لعنت بلکہ ہزاروں خدا کی لعنتیں اپنی کیفیت کے ساتھ نازل ہوئی تھیں۔ معاذ اللہ ہرگز نہیں۔ تو پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ لعنتی ہُوا؟ نہایت افسوس ہے کہ انسان جب ایک بات مُنہ سے نکال لیتا ہے یا ایک عقیدہ پر قائم ہو جاتا ہے تو پھر گو کیسی ہی خرابی اس عقیدہ کی کھل جائے کسی

[1] ۔ دیکھو کتب لغت۔ لسان العرب۔ صحاح جوہری۔ قاموس۔ محیط۔ تاج العروس وغیرہ۔ منہ

طرح اس کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ نجات حاصل کرنے کی تمنا اگر کسی حقیقت حقہ پر بنیاد رکھتی ہو۔ تو قابلِ تعریف امر ہے۔ لیکن یہ کیسی نجات کی خواہش ہے جس سے ایک سچائی کا خون کیا جاتا اور ایک پاک نبی اور کامل انسان کی نسبت یہ اعتقاد کیا جاتا ہے کہ گویا اس پر یہ حالت بھی آئی تھی کہ اُس کا خدائے تعالیٰ سے رشتہ تعلق ٹوٹ گیا تھا۔ اور بجائے یک دلی اور یک جہتی کے مغائرت اور مبائنت اور عداوت اور بیزاری پیدا ہوگئی تھی۔ اور بجائے نور کے دل پر تاریکی چھاگئی تھی۔

یہ بھی یاد رہے کہ ایسا خیال صرف حضرت مسیح علیہ السّلام کی شانِ نبوت اور مرتبہ رسالت کے ہی مخالف نہیں بلکہ اُن کے اس دعوئ کمال اور پاکیزگی اور محبت اور معرفت کے بھی مخالف ہے جو انہوں نے جابجا انجیل میں ظاہر کیا ہے۔ انجیل کو پڑھ کر دیکھو کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام صاف دعوٰی کرتے ہیں کہ مَیں جہان کا نُور ہُوں۔ مَیں ہادی ہوں۔ اور مَیں خدا سے اعلیٰ درجہ کی محبت کا تعلق رکھتا ہوں۔ اور مَیں نے اُس سے پاک پیدائش پائی ہے اور مَیں خدا کا پیارا بیٹا ہوں۔ پھر باوجود ان غیر منفک اور پاک تعلقات کے لعنت کا ناپاک مفہوم کیونکر مسیح کے دل پر صادق آسکتا ہے ہرگز نہیں۔ پس بلاشبہ یہ بات ثابت ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا یعنے صلیب پر نہیں مرا کیونکہ اُس کی ذات صلیب کے نتیجہ سے پاک ہے اور جبکہ مصلوب نہیں ہُوا تو لعنت کے ناپاک کیفیت سے بیشک اس کے دل کو بچایا گیا۔ اور بلاشبہ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ وہ آسمان پر ہرگز نہیں گیا کیونکہ آسمان پر جانا اس منصوبہ کی ایک جز تھی اور مصلوب ہونے کی ایک فرع تھی۔ پس جبکہ ثابت ہُوا کہ وہ نہ لعنتی ہُوا اور نہ تین دن کے لئے دوزخ میں گیا۔ اور نہ مرا تو پھر یہ دوسری جز آسمان پر جانے کی بھی باطل ثابت ہوئی اور اس پر اور بھی دلائل ہیں جو انجیل سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ منجملہ اُن کے ایک یہ قول ہے جو مسیح کے مُنہ سے نکلا۔ "لیکن مَیں اپنے جی اُٹھنے کے بعد تم سے آگے جلیل کو جاؤنگا۔"



دیکھو متی باب ۲۶ آیت ۳۲۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح قبر سے نکلنے کے بعد جلیل کی طرف گیا تھا نہ آسمان کی طرف۔ اور مسیح کا یہ کلمہ کہ "اپنے جی اُٹھنے کے بعد" اس کے مرنے کے بعد جینا مراد نہیں ہوسکتا۔ بلکہ چونکہ یہودیوں اور عام لوگوں کی نظر میں وہ صلیب پر مرچکا تھا اس لئے مسیح نے پہلے سے اُن کے آیندہ خیالات کے موافق یہ کلمہ استعمال کیا۔ اور درحقیقت جس شخص کو صلیب پر کھینچا گیا اور اُس کے پَیروں اور ہاتھوں میں کیل ٹھوکے گئے یہانتک کہ وہ اُس تکلیف سے غشی میں ہو کر مُردہ کی سی حالت میں ہوگیا۔ اگر وہ ایسے صدمہ سے نجات پاکر پھر ہوش کی حالت میں آجائے تو اس کا یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ مَیں پھر زندہ ہوگیا اور بلاشبہ اس صدمہ عظیمہ کے بعد مسیح کا بچ جانا ایک معجزہ تھا معمولی بات نہیں تھی لیکن یہ درست نہیں ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ مسیح کی جان نکل گئی تھی۔ سچ ہے کہ انجیلوں میں ایسے لفظ موجود ہیں لیکن یہ اُسی قسم کی انجیل نویسوں کی غلطی ہے جیسا کہ اور بہت سے تاریخی واقعات کے لکھنے میں انہوں نے غلطی کھائی ہے۔ انجیلوں کے محقق شارحوں نے اس بات کو مان لیا ہے کہ انجیلوں میں دُو حصے ہیں (۱) ایک دینی تعلیم ہے جو حواریوں کو حضرت مسیح علیہ السّلام سے ملی تھی جو اصل رُوح انجیل کا ہے (۲) دُوسرے تاریخی واقعات ہیں جیسے حضرت عیسٰی کا شجرہ نسب اور اُن کا پکڑا جانا اور مارا جانا اور مسیح کے وقت میں ایک معجزہ نما تالاب کا ہونا وغیرہ۔ یہ وہ امور ہیں جو لکھنے والوں نے اپنی طرف سے لکھے تھے۔ سو یہ باتیں الہامی نہیں ہیں بلکہ لکھنے والوں نے اپنے خیال کے موافق لکھے ہیں اور بعض جگہ مبالغہ بھی حد سے زیادہ کیا ہے جیسا کہ ایک جگہ لکھا ہے کہ جس قدر مسیح نے کام کئے یعنے معجزات دکھلائے اگر وہ کتابوں میں لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں سما نہ سکتیں۔ یہ کس قدر مبالغہ ہے۔

ماسوا اس کے ایسے بڑے صدمہ کو جو مسیح پر وارد ہُوا تھا موت کے ساتھ تعبیر کرنا خلاف محاورہ نہیں ہے۔ ہر ایک قوم میں قریبًا یہ محاورہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص ایک مہلک صدمہ میں مبتلا ہو کر پھر آخر

بچ جائے ۔ اس کو کہا جاتا ہے کہ نئے سرے زندہ ہُوا اور کسی قوم اور ملک کے محاورہ میں ایسی بول چال میں کچھ بھی تکلف نہیں ۔

ان سب امور کے بعد ایک اور بات ملحوظ رکھنے کے لائق ہے کہ برنباس کی انجیل میں جو غالباً لندن کے کتب خانہ میں بھی ہوگی یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا ۔ اور نہ صلیب پر جان دی ۔ اب ہم اس جگہ یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ گو یہ کتاب انجیلوں میں داخل نہیں کی گئی اور بغیر کسی فیصلہ کے رد کر دی گئی ہے مگر اس میں کیا شک ہے کہ یہ ایک پُرانی کتاب ہے اور اُسی زمانہ کی ہے جبکہ دوسری انجیلیں لکھی گئیں ۔ کیا ہمیں اختیار نہیں ہے کہ اس پُرانی اور دیرینہ کتاب کو عہدِ قدیم کی ایک تاریخی کتاب سمجھ لیں اور تاریخی کتابوں کے مرتبہ پر رکھ کر اسکے فائدہ اٹھا دیں ؟ اور کیا کم سے کم اس کتاب کے پڑھنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ مسیح علیہ السّلام کے صلیب کے وقت تمام لوگ اس بات پر اتفاق نہیں رکھتے تھے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے ۔ پھر ماسوا اس کے جبکہ خود ان چار انجیلوں میں ایسے استعارات موجود ہیں کہ ایک مُردہ کو کہہ دیا ہے کہ یہ سوتا ہے مرا نہیں تو اس حالت میں اگر غشی کی حالت میں مُردہ کا لفظ بولا گیا تو کیا یہ بعید ہے ۔ ہم لکھ چکے ہیں ۔ کہ نبی کے کلام میں جھوٹ جائز نہیں ۔ مسیح نے اپنی قبر میں رہنے کے تین دن کو یونسؑ کے تین دنوں سے مشابہت دی ہے ۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ یونس تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا ۔ ایسا ہی مسیح بھی تین دن قبر میں زندہ رہا ۔ اور یہودیوں میں اُس وقت کی قبریں اس زمانہ کی قبروں کے مشابہ نہ تھیں بلکہ وہ ایک کوٹھے کی طرح اندر سے بہت فراخ ہوتی تھیں ۔ اور ایک طرف کھڑکی ہوتی تھی ۔ جس کو ایک بڑے پتھر سے ڈھانکا ہوا ہوتا تھا ۔ اور عنقریب ہم اپنے موقعہ پر ثابت کریں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر جو حال میں سری نگر کشمیر میں ثابت ہوئی ہے وہ بعینہٖ اسی طرز کی قبر ہے جیسا کہ یہ قبر تھی جس میں حضرت مسیح غشی کی حالت میں رکھے گئے ۔



غرض یہ آیت جس کو ابھی ہم نے لکھا ہے اسکے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح قبر سے نکل کر گلیل کی طرف گیا ۔ اور مرقس کی انجیل میں لکھا ہے کہ وہ قبر سے نکل کر جلیل کی سڑک پر جاتا ہُوا دکھائی دیا اور آخر اُن گیاراں حواریوں کو ملا جبکہ وہ کھانا کھا رہے تھے اور اپنے ہاتھ اور پاؤں جو زخمی تھے دکھائے اور انہوں نے گمان کیا کہ شاید یہ رُوح ہے ۔ تب اُس نے کہا کہ مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ رُوح کو جسم اور ہڈی نہیں ۔ جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو اور اُن سے ایک بھُونی ہُوئی مچھلی کا ٹکڑا اور شہد کا ایک چھتّا لیا اور اُن کے سامنے کھایا ۔ دیکھو مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴ ۔ اور لوقا باب ۲۴ ۔ آیت ۳۹ ۔ اور ۴۰ ۔ اور ۴۱ ۔ اور ۴۲ ۔ ان آیات سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ مسیح ہرگز آسمان پر نہیں گیا بلکہ قبر سے نکل کر جلیل کی طرف گیا اور معمولی جسم اور معمولی کپڑوں میں انسانوں کی طرح تھا ۔ اگر وہ مر کر زندہ ہوتا تو کیونکر ممکن تھا کہ جلالی جسم میں صلیب کے زخم باقی رہ جاتے اور اس کو روٹی کھانے کی کیا حاجت تھی اور اگر تھی تو پھر اب بھی روٹی کھانے کا محتاج ہو گا ۔

ناظرین کو اس دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ یہودیوں کی صلیب اس زمانہ کی پھانسی کی طرح ہوگی جس سے نجات پانا قریباً محال ہے کیونکہ اُس زمانہ کی صلیب میں کوئی رسّا گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا اور نہ تختہ پر سے گرا کر لٹکایا جاتا تھا بلکہ صرف صلیب پر کھینچ کر ہاتھوں اور پیروں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے اور یہ بات ممکن ہوتی تھی ۔ کہ اگر صلیب پر کھینچنے اور کیل ٹھونکنے کے بعد ایک دو دن تک کسی کی جان بخشی کا ارادہ ہو تو اُسی قدر عذاب پر کفایت کر کے ہڈیاں توڑنے سے پہلے اُس کو زندہ اُتار لیا جائے ۔ اور اگر مارنا ہی منظور ہوتا تھا تو کم سے کم تین دن تک صلیب پر کھینچا ہُوا رہنے دیتے تھے اور پانی اور روٹی نزدیک نہ آنے دیتے تھے اور اسی طرح دھوپ میں تین دن یا اس سے زیادہ چھوڑ دیتے تھے اور پھر اس کے بعد اس کی ہڈیاں توڑتے تھے ۔ اور پھر آخر ان تمام عذابوں کے بعد وہ مر جاتا تھا ۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اس درجہ کے عذاب سے بچا لیا جس سے زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ۔ انجیلوں کو ذرہ غور کی نظر سے

پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح علیہ السّلام نہ تین دن تک صلیب پر رہے اور نہ تین دن کی بھوک اور پیاس اُٹھائی اور نہ اُن کی ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ قریبًا دو گھنٹہ تک صلیب پر رہے اور خُدا کے رحم اور فضل نے ان کے لئے یہ تقریب قائم کر دی کہ دن کے اخیر حصّے میں صلیب دینے کی تجویز ہُوئی اور وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف تھوڑا سا دن باقی تھا اور اگلے دن سبت اور یہودیوں کی عید فسح تھی اور یہودیوں کے لئے یہ حرام اور قابل سزا جرم تھا کہ کسی کو سبت یا سبت کی رات میں صلیب پر رہنے دیں۔ اور مسلمانوں کی طرح یہودی بھی قمری حساب رکھتے تھے اور رات دن پر مقدم سمجھی جاتی تھی۔ پس ایک طرف تو یہ تقریب تھی کہ جو زمینی اسباب سے پیدا ہوئی۔ اور دوسری طرف آسمانی اسباب خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ پیدا ہُوئے کہ جب چھٹا گھنٹہ ہُوا تو ایک ایسی آندھی آئی جس سے ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا اور وہ اندھیرا تین گھنٹے برابر رہا۔ دیکھو مرقس باب ۱۵۔ آیت ۳۳۔ یہ چھٹا گھنٹہ بارہ بجے کے بعد تھا۔ یعنے وہ وقت جو شام کے قریب ہوتا ہے۔ اب یہودیوں کو اس شدت اندھیرے میں یہ فکر پڑی کہ مبادا سبت کی رات آجائے اور وہ سبت کے مجرم ہو کر تاوان کے لائق ٹھہریں اس لئے انہوں نے جلدی سے مسیح کو اور اُس کے ساتھ کے دو چوروں کو بھی صلیب پر سے اُتار لیا۔ اور اس کے ساتھ ایک اور آسمانی سبب یہ پیدا ہُوا کہ جب پلاطوس کچہری کی مسند پر بیٹھا تھا اس کی جورو نے اُسے کہلا بھیجا کہ تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ (یعنے اس کے قتل کرنے کے لئے سعی نہ کر) کیونکہ مَیں نے آج رات خواب میں اس کے سبب سے بہت تکلیف پائی۔ دیکھو متی باب ۲۷ آیت ۱۹۔ سو یہ فرشتہ جو خواب میں پلاطس کی جورو کو دکھایا گیا اِس سے ہم اور ہر ایک منصف یقینی طور پر یہ سمجھے گا کہ خدا کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ مسیح صلیب پر وفات پاوے۔ جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی آج تک یہ کبھی نہ ہُوا کہ جس شخص کے بچانے کے لئے خدائے تعالیٰ رؤیا میں کسی کو ترغیب دے کہ ایسا کرنا چاہیئے تو وہ بات خطا جائے۔ مثلاً



انجیل متی میں لکھا ہے کہ خداوند کے ایک فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دے کے کہا۔ "اُٹھ اس لڑکے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو بھاگ جا اور وہاں جب تک مَیں تجھے خبر نہ دُوں ٹھہرا رہ کیونکہ ہیرودوس اِس لڑکے کو ڈھونڈے گا کہ مار ڈالے"۔ دیکھو انجیل متی باب ۲ آیت ۱۳۔ اب کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یسوع کا مصر میں پہنچ کر مارا جانا ممکن تھا۔ اسی طرح خدائے تعالےٰ کی طرف سے یہ ایک تدبیر تھی کہ پلاطوس کی جورو کو مسیح کے لئے خواب آئی۔ اور ممکن نہ تھا کہ یہ تدبیر خطا جاتی۔ اور جس طرح مصر کے قصّہ میں مسیح کے مارے جانے کا اندیشہ ایک ایسا خیال ہے جو خُدائے تعالیٰ کے ایک مقرر شدہ وعدہ کے برخلاف ہے۔ اسی طرح اس جگہ بھی یہ خلافِ قیاس بات ہے کہ خدائے تعالیٰ کا فرشتہ پلاطوس کی جورو کو نظر آوے اور وہ اس ہدایت کی طرف اشارہ کرے کہ اگر مسیح صلیب پر فوت ہوگیا۔ تو یہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا تو پھر اس غرض سے فرشتہ کا ظاہر ہونا بے سود جاوے اور مسیح صلیب پر مارا جائے کیا اس کی دُنیا میں کوئی نظیر ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہر ایک نیک دل انسان کا پاک کانشنس جب پلاطوس کی بیوی کے خواب پر اطلاع پائے گا تو بے شک وہ اپنے اندر اس شہادت کو محسوس کرے گا کہ درحقیقت اس خواب کا منشاء یہی تھا کہ مسیح کے چھوڑانے کی ایک بنیاد ڈالی جائے۔ یُوں تو دنیا میں ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنے عقیدہ کے تعصّب سے ایک کھلی کھلی سچائی کو ردّ کردے اور قبول نہ کرے لیکن انصاف کے رُو سے ماننا پڑتا ہے کہ پلاطوس کی بیوی کی خواب مسیح کے صلیب سے بچنے پر ایک بڑے وزن کی شہادت ہے۔ اور سب سے اوّل درجہ کی انجیل یعنے متی نے اس شہادت کو قلمبند کیا ہے۔ اگرچہ ایسی شہادتوں سے جو مَیں بڑے زور سے اس کتاب میں لکھوں گا۔ مسیح کی خدائی اور مسئلہ کفارہ یک لخت باطل ہوتا ہے۔ لیکن ایمانداری اور حق پسندی کا ہمیشہ یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ ہم سچائی کے قبول کرنے میں قوم اور برادری اور عقائدِ رسمیہ کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے آج تک اُس کی کوتہ اندیشیوں نے ہزاروں

چیزوں کو خدا بنا ڈالا ہے ۔ یہاں تک کہ بلّیوں اور سانپوں کو بھی پُوجا گیا ہے لیکن پھر بھی عقلمند لوگ خداداد توفیق سے اِس قسم کے مشرکانہ عقیدوں سے نجات پاتے آئے ہیں ۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہمیں مسیح ابن مریم کی صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر ملتی ہیں ۔ اس کا وہ سفر دُور دراز ہے جو قبر سے نکل کر جلیل کی طرف اُس نے کیا ۔ چنانچہ اتوار کی صبح کو پہلے وہ مریم مگدلینی کو ملا ۔ مریم نے فی الفور حواریوں کو خبر کی کہ مسیح تو جیتا ہے لیکن وہ یقین نہ لائے پھر وہ حواریوں میں سے دو کو جبکہ وہ دیہات کی طرف جاتے تھے دکھائی دیا ۔ آخر وہ گیارہوں کو جبکہ وہ کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور اُن کی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی ۔ دیکھو انجیل مرقس باب ۱۶ ۔ آیت ۹ سے آیت ۱۴ تک ۔ اور جب مسیح کے حواری سفر کرتے ہُوئے اُس بستی کی طرف جا رہے تھے جس کا نام املوسٓ ہے جو یروشلم سے پونے چار کوس کے فاصلے پر ہے تب مسیح اُن کو ملا ۔ اور جب وہ اس بستی کے نزدیک پہنچے ۔ تو مسیح نے آگے بڑھ کر چاہا کہ ان سے الگ ہو جائے تب انہوں نے اُس کو جانے سے روک لیا کہ آج رات ہم اکٹھے رہیں گے ۔ اور اُس نے اُن کے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھائی اور وہ سب مع مسیح کے املوسؔ نام ایک گاؤں میں رات رہے ۔ دیکھو لوقا باب ۲۴ ۔ آیت ۱۳ سے ۱۳ تک اب ظاہر ہے کہ ایک جلالی جسم کے ساتھ جو موت کے بعد خیال کیا گیا مسیح سے فانی جسم کے عادات صادر ہونا اور کھانا اور پینا اور سونا اور جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کرنا جو یروشلم سے قریباً ستر کوس کے فاصلے پر تھا بالکل غیر ممکن اور نامعقول بات ہے اور باوجود اس کے کہ خیالات کے میلان کی وجہ سے انجیلوں کے ان قِصّوں میں بہت کچھ تغیر ہو گیا ہے تاہم جس قدر الفاظ پائے جاتے ہیں اُن سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مسیح اُسی فانی اور معمولی جسم سے اپنے حواریوں کو ملا اور پیادہ پا جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کیا اور حواریوں کو اپنے زخم دکھلائے اور رات اُن کے پاس روٹی کھائی اور سویا ۔ اور آگے چل کر ہم ثابت کریں گے کہ اُس نے

سہ وسہ : ۔ درست لفظ اماؤس ہے ۔ (ناشر)



اپنے زخموں کا ایک مرہم کے استعمال سے علاج کیا ۔

اب یہ مقام ایک سوچنے کا مقام ہے کہ کیا ایک جلالی اور ابدی جسم پانے کے بعد یعنے اُس غیر فانی جسم کے بعد جو اس لائق تھا کہ کھانے پینے سے پاک ہو کر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کے دائیں ہاتھ بیٹھے اور ہر ایک داغ اور درد اور نقصان سے منزّہ ہو ۔ اور ازلی ابدی خدا کے جلال کا اپنے اندر رنگ رکھتا ہو ۔ ابھی اس میں یہ نقص باقی رہ گیا کہ اس پر صلیب اور کیلوں کے تازہ زخم موجود تھے جن سے خون بہتا تھا اور درد اور تکلیف اُن کے ساتھ تھی جن کے واسطے ایک مرہم بھی طیار کی گئی تھی ۔ اور جلالی اور غیر فانی جسم کے بعد بھی جو ابد تک سلامت اور بے عیب اور کامل اور غیر متغیر چاہیئے تھا ۔ کئی قسم کے نقصانوں سے بھرا رہا اور خود مسیح نے حواریوں کو اپنا گوشت اور ہڈیاں دکھلائیں اور پھر اسی پر کفایت نہیں بلکہ اس فانی جسم کے لوازم میں سے بھوک اور پیاس کی درد بھی موجود تھی ۔ ورنہ اس لغو حرکت کی کیا ضرورت تھی کہ مسیح جلیل کے سفر میں کھانا کھاتا اور پانی پیتا اور آرام کرتا اور سوتا ۔ اس میں کیا شک ہے کہ اس عالم میں جسم فانی کے لئے بھوک اور پیاس بھی ایک درد ہے جس کے حد سے زیادہ ہونے سے انسان مر سکتا ہے ۔ پس بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور نہ کوئی نیا جلالی جسم پایا بلکہ ایک غشی کی حالت ہو گئی تھی جو مرنے سے مشابہ تھی ۔ اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے یہ اتفاق ہُوا کہ جس قبر میں وہ رکھا گیا وہ اس ملک کی قبروں کی طرح نہ تھی بلکہ ایک ہوادار کوٹھہ تھا جس میں ایک کھڑکی تھی اور اُس زمانہ میں یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ قبر کو ایک ہوادار اور کشادہ کوٹھہ کی طرح بناتے تھے اور اس میں ایک کھڑکی رکھتے تھے اور ایسی قبریں پہلے سے موجود رہتی تھیں ۔ اور پھر وقت پر میّت اس میں رکھی جاتی تھی ۔ چنانچہ یہ گواہی انجیلوں سے صاف طور پر ملتی ہے ۔ انجیل لوقا میں یہ عبارت ہے ۔ ”اور وے یعنے عورتیں اتوار کے دن بڑے تڑکے یعنے کچھ اندھیرے سے ہی اُن خوشبوؤں کو جو طیار کی تھیں لے کر قبر پر آئیں اور اُن کے ساتھ کئی اور بھی عورتیں تھیں ۔ اور انہوں نے پتھر

کو قبر پر سے ڈھلکا ہُوا پایا (اس مقام میں ذرہ غور کرو) اور اندر جاکے خداوند یسوع کی لاش نہ پائی۔" دیکھو لوقا باب ۲۴۔ آیت ۲ و ۳۔ اب اندر جانے کے لفظ کو ذرہ سوچو۔ ظاہر ہے کہ اُسی قبر کے اندر انسان جاسکتا ہے کہ جو ایک کوٹھے کی طرح ہو۔ اور اُس میں کھڑکی ہو۔ اور ہم اپنے محل پر اسی کتاب میں بیان کریں گے کہ حال میں جو حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی قبر سری نگر کشمیر میں پائی گئی ہے۔ وہ بھی اسی قبر کی طرح کھڑکی دار ہے۔ اور یہ ایک بڑے راز کی بات ہے جس پر توجہ کرنے سے محققین کے دل ایک عظیم الشان نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں پلاطس کا وہ قول ہے جو انجیل مرقس میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے۔ "اور جبکہ شام ہوئی اِس لئے کہ تیاری کا دن تھا جو سبت سے پہلے ہوتا۔ یوسف ارمتیا جو نامور مشیر اور وہ خود خُدا کی بادشاہت کا منتظر تھا آیا اور دلیری سے پلاطس کے پاس جاکے یسوع کی لاش مانگی اور پلاطس نے متعجب ہوکر شبہ کیا کہ وہ یعنے مسیح ایسا جلد مرگیا۔" دیکھو مرقس باب ۶[1] آیت ۴۲ سے ۴۴ تک۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عین صلیب کی گھڑی میں ہی یسوع کے مرنے پر شبہ ہُوا۔ اور شبہ بھی ایسے شخص نے کیا جس کو اس بات کا تجربہ تھا کہ اس قدر مدت میں صلیب پر جان نکلتی ہے۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل کی وہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں۔ "پھر یہودیوں نے اُس لحاظ سے کہ لاشیں سبت کے دن صلیب پر نہ رہ جائیں۔ کیونکہ وہ دن طیاری کا تھا۔ بلکہ بڑا ہی سبت تھا۔ پلاطوس سے عرض کی کہ اُن کی ٹانگیں توڑی اور لاشیں اتاری جائیں۔ تب سپاہیوں نے آکر پہلے اور دوسرے کی ٹانگیں جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے توڑیں۔ لیکن جب انہوں نے یسوع کی طرف آکے دیکھا۔ کہ وہ مرچکا ہے تو اُسکی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اُس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے لہو اور پانی نکلا۔" دیکھو یوحنا باب ۱۹۔ آیت ۳۱ سے ۳۴ تک۔ ان آیات سے صاف طور

[1] :۔ سہو کتابت سے مرقس باب ۶ لکھا گیا۔ اصل حوالہ مرقس باب ۱۵ ہے۔ (ناشر)



پر معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کسی مصلوب کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے یہ دستور تھا کہ جو صلیب پر کھینچا گیا ہو اُس کو کئی دن صلیب پر رکھتے تھے اور پھر اُس کی ہڈیاں توڑتے تھے۔ لیکن مسیح کی ہڈیاں دانستہ نہیں توڑی گئیں اور وہ ضرور صلیب پر سے ان دو چوروں کی طرح زندہ اُتارا گیا۔ اسی وجہ سے پسلی چھیدنے سے خون بھی نکلا۔ مُردہ کا خون جم جاتا ہے۔ اور اس جگہ یہ بھی صریح معلوم ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر یہ کچھ سازش کی بات تھی۔ پلاطوس ایک خدا ترس اور نیک دل آدمی تھا کھلی کھلی رعایت سے قیصر سے ڈرتا تھا کیونکہ یہودی مسیح کو باغی ٹھہراتے تھے مگر وہ خوش قسمت تھا کہ اُس نے مسیح کو دیکھا۔ لیکن قیصر نے اس نعمت کو نہ پایا۔ اُس نے نہ صرف دیکھا بلکہ بہت رعایت کی۔ اور اُس کا ہرگز منشاء نہ تھا کہ مسیح صلیب پاوے۔ چنانچہ انجیلوں کے دیکھنے سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ پلاطوس نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ مسیح کو چھوڑ دے۔ لیکن یہودیوں نے کہا کہ اگر تو اس مرد کو چھوڑ دیتا ہے تو تُو قیصر کا خیر خواہ نہیں اور یہ کہا کہ یہ باغی ہے اور خود بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۲۔ اور پلاطوس کی بیوی کی خواب اور بھی اس بات کی محرک ہوئی تھی کہ کسی طرح مسیح کو مصلوب ہونے سے بچایا جائے ورنہ اُن کی اپنی تباہی ہے۔ مگر چونکہ یہودی ایک شریر قوم تھی اور پلاطوس پر قیصر کے حضور میں مخبری کرنے کو بھی طیار تھے۔ اس لئے پلاطوس نے مسیح کے چھڑانے میں حکمت عملی سے کام لیا۔ اوّل تو مسیح کو مصلوب ہونا ایسے دن پر ڈال دیا کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف چند گھنٹے دن سے باقی تھے اور بڑے سبت کی رات قریب تھی اور پلاطوس خوب جانتا تھا کہ یہودی اپنی شریعت کے حکموں کے موافق صرف شام کے وقت تک ہی مسیح کو صلیب پر رکھ سکتے ہیں۔ اور پھر شام ہوتے ہی اُن کا سبت ہے جس میں صلیب پر رکھنا رَوا نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ اور مسیح شام سے پہلے صلیب پر سے اُتارا گیا۔ اور یہ قریب قیاس نہیں کہ دونوں چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے وہ زندہ رہے۔ مگر مسیح صرف دو گھنٹہ تک مرگیا بلکہ یہ صرف ایک بہانہ تھا جو مسیح کو ہڈیاں توڑنے

سے بچانے کے لئے بنایا گیا تھا۔ سمجھدار آدمی کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ دونوں چور صلیب پر سے زندہ اُتارے گئے اور ہمیشہ معمول تھا کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اتارے جاتے تھے اور صرف اس حالت میں مرتے تھے کہ ہڈیاں توڑی جائیں اور یا بھوک اور پیاس کی حالت میں چند روز صلیب پر رہ کر جان نکلتی تھی۔ مگر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی مسیح کو پیش نہ آئی نہ وہ کئی دن صلیب پر بھوکا پیاسا رکھا گیا اور نہ اُس کی ہڈیاں توڑی گئیں اور یہ کہہ کر کہ مسیح مر چکا ہے۔ یہودیوں کو اس کی طرف سے غافل کر دیا گیا۔ مگر چوروں کی ہڈیاں توڑ کر اسی وقت ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بات تو تب تھی کہ اُن دونوں چوروں میں سے بھی کسی کی نسبت کہا جاتا کہ یہ مر چکا ہے۔ اس کی ہڈیاں توڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور یوسف نام پلاطوس کا ایک معزز دوست تھا۔ جو اُس نواح کا رئیس تھا اور مسیح کے پوشیدہ شاگردوں میں داخل تھا وہ عین وقت پر پہنچ گیا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی پلاطوس کے اشارہ سے بلایا گیا تھا۔ مسیح کو ایک لاش قرار دے کر اُس کے سپرد کر دیا گیا کیونکہ وہ ایک بڑا آدمی تھا اور یہودی اس کے ساتھ کچھ پرخاش نہیں کر سکتے تھے۔ جب وہ پہنچا تو مسیح کو جو غشی میں تھا ایک لاش قرار دے کر اس نے لیا اور اُسی جگہ ایک وسیع مکان تھا جو اُس زمانہ کی رسم پر قبر کے طور پر بنایا گیا تھا اور اُس میں ایک کھڑکی بھی تھی اور ایسے موقع پر تھا جو یہودیوں کے تعلق سے الگ تھا۔ اسی جگہ پلاطوس کے اشارہ سے مسیح کو رکھا گیا۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ حضرت موسیٰ کی وفات پر چودھویں صدی گذر رہی تھی اور اسرائیلی شریعت کے زندہ کرنے کے لئے مسیح چودھویں صدی کا مجدد تھا۔ اور اگرچہ یہودیوں کو اس چودھویں صدی میں مسیح موعود کا انتظار بھی تھا اور گذشتہ نبیوں کی پیشگوئیاں بھی اُس وقت پر گواہی دیتی تھیں۔ لیکن افسوس کہ یہودیوں کے نالائق مولویوں نے اُس وقت اور موسم کو شناخت نہ کیا اور مسیح موعود کو جھوٹا قرار دے دیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اس کو کافر قرار دیا۔ اس کا نام ملحد رکھا اور آخر اس کے قتل پر فتویٰ لکھا اور اس کو عدالت میں کھینچا۔ اس سے یہ سمجھ آتا ہے کہ خدا نے چودھویں صدی میں کچھ



تاثیر ہی ایسی رکھی ہے جس میں قوم کے دل سخت اور مولوی دنیا پرست اور اندھے اور حق کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اس جگہ اگر موسیٰ کی چودھویں صدی اور موسیٰ کے مثیل کی چودھویں صدی کا جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باہم مقابلہ کیا جائے تو اوّل یہ نظر آئے گا کہ ان دونوں چودھویں صدیوں میں دو ایسے شخص ہیں جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ سچا تھا اور خدا کی طرف سے تھا۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگا کہ قوم کے علماء نے ان دونوں کو کافر قرار دیا اور اُن دونوں کا نام ملحد اور دجّال رکھا۔ اور ان دونوں کی نسبت قتل کے فتوے لکھے گئے۔ اور دونوں کو عدالتوں کی طرف کھینچا گیا جن میں سے ایک رومی عدالت تھی اور دوسری انگریزی آخر دونوں بچائے گئے اور دونوں قسم کے مولوی یہودی اور مسلمان ناکام رہے۔ اور خدا نے ارادہ کیا کہ دونوں مسیحوں کو ایک بڑی جماعت بنا دے۔ اور دونوں قسم کے دشمنوں کو نامراد رکھے۔ غرض موسیٰ کی چودھویں صدی اور ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چودھویں صدی اپنے اپنے مسیحوں کے لئے سخت بھی ہیں اور انجام کار مبارک بھی۔

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو حضرت مسیح علیہ السّلام کے صلیب سے محفوظ رہنے کے بارے میں ہمیں انجیل سے ملتی ہیں وہ شہادت ہے جو انجیل متی باب ۲۶ میں یعنے آیت ۳۶ سے آیت ۴۶ تک مرقوم ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام گرفتار کئے جانے کا الہام پاکر تمام رات جناب الٰہی میں رو رو کر اور سجدے کرتے ہوئے دُعا کرتے رہے۔ اور ضرور تھا کہ ایسی تضرّع کی دُعا جس کے لئے مسیح کو بہت لمبا وقت دیا گیا تھا قبول کی جاتی۔ کیونکہ مقبول کا سوال جو بیقراری کے وقت کا سوال ہو۔ ہرگز ردّ نہیں ہوتا۔ پھر کیوں مسیح کی ساری رات کی دُعا اور دردمند دل کی دُعا اور مظلومانہ حالت کی دُعا ردّ ہو گئی۔ حالانکہ مسیح دعویٰ کرتا ہے کہ باپ جو آسمان پر ہے میری سُنتا ہے۔ پس کیونکر باور کیا جائے کہ خدا اُس کی سُنتا تھا جبکہ ایسی بیقراری کی دُعا سُنی نہ گئی۔ اور انجیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کو دلی یقین تھا کہ اُس

کی وہ دُعا ضرور قبول ہوگئی اور اُس دعا پر اُس کو بہت بھروسہ تھا۔ اسی وجہ سے جب وہ پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا اور ظاہری علامات کو اُس نے اپنی اُمید کے موافق نہ پایا تو بے اختیار اُس کے مُنہ سے نکلا کہ "ایلی ایلی لما سبقتانی"۔ اے میرے خُدا اے میرے خُدا تُو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ یعنے مجھے یہ اُمید ہرگز نہیں تھی کہ میرا انجام یہ ہوگا اور مَیں صلیب پر مَروں گا۔ اور مَیں یقین رکھتا تھا کہ تو میری دُعا سُنے گا۔ پس ان دونوں مقامات انجیل سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کو خود دِلی یقین تھا کہ میری دُعا ضرور قبول ہوگی اور میرا تمام رات کا رو رو کر دُعا کرنا ضائع نہیں جائے گا۔ اور خود اُس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ اگر دُعا کرو گے تو قبول کی جائے گی۔ بلکہ ایک مثال کے طور پر ایک قاضی کی کہانی بھی بیان کی تھی کہ جو نہ خلقت سے اور نہ خُدا سے ڈرتا تھا۔ اور اس کہانی سے بھی مدعا یہ تھا کہ تا حواریوں کو یقین آجائے کہ بے شک خُدائے تعالیٰ دُعا سُنتا ہے۔ اور اگرچہ مسیح کو اپنے پر ایک بڑی مصیبت کے آنے کا خُدائے تعالیٰ کی طرف سے علم تھا۔ مگر مسیح نے عارفوں کی طرح اس بنا پر دُعا کی کہ خدائے تعالیٰ کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور ہر ایک محو و اثبات اس کے اختیار میں ہے۔ لہٰذا یہ واقعہ کہ نعوذ باللہ مسیح کی خود دُعا قبول نہ ہُوئی۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو شاگردوں پر نہایت بد اثر پیدا کرنے والا تھا۔ سو کیونکر ممکن تھا کہ ایسا نمونہ جو ایمان کو ضائع کرنے والا تھا۔ حواریوں کو دیا جاتا جبکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ مسیح جیسے بزرگ نبی کی تمام رات کی پُرسوز دُعا قبول نہ ہو سکی تو اس بدنمونہ سے اُن کا ایمان ایک سخت امتحان میں پڑتا تھا۔ لہٰذا خدائے تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہی تھا کہ اس دُعا کو قبول کرتا یقیناً سمجھو کہ وہ دُعا جو گتسمنی نام مقام میں کی گئی تھی ضرور قبول ہوگئی تھی۔

ایک اور بات اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جیسا کہ مسیح کے قتل کے لئے مشورہ ہُوا تھا اور اس غرض کے لئے قوم کے بزرگ اور معزز مولوی قیافا نامی سردار کاہن کے گھر میں اکٹھے ہُوئے



تھے کہ کسی طرح مسیح کو قتل کر دیں۔ یہی مشورہ حضرت موسیٰ کے قتل کرنے کے لئے ہُوا تھا اور یہی مشورہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے لئے مکہ میں دار الندوہ کے مقام پر ہُوا تھا۔ مگر قادر خُدا نے ان دونوں بزرگ نبیوں کو اس مشورہ کے بد اثر سے بچا لیا۔ اور مسیح کے لئے جو مشورہ ہُوا ان دونوں مشوروں کے درمیان میں ہے۔ پھر کیا وجہ کہ وہ بچایا نہ گیا۔ حالانکہ اُس نے ان دونوں بزرگ نبیوں سے بہت زیادہ دُعا کی۔ اور پھر جبکہ خدا اپنے پیارے بندوں کی ضرور سُنتا ہے اور شریروں کے مشورہ کو باطل کر کے دکھاتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ کہ مسیح کی دُعا نہیں سُنی گئی۔ ہر ایک صادق کا تجربہ ہے کہ بے قراری اور مظلومانہ حالت کی دُعا قبول ہوتی ہے بلکہ صادق کے لئے مصیبت کا وقت نشان ظاہر کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ چنانچہ مَیں خود اس میں صاحبِ تجربہ ہُوں مجھے یاد ہے کہ دو برس کا عرصہ ہُوا ہے کہ مجھ پر ایک جھُوٹا مقدمہ اقدامِ قتل کا ایک صاحب ڈاکٹر مارٹن کلارک عیسائی مقیم امرت سر پنجاب نے عدالت ضلع گورداسپور میں دائر کیا اور یہ استغاثہ پیش کیا کہ گویا مَیں نے ایک شخص عبد الحمید نامی کو بھیج کر ڈاکٹر مذکور کو قتل کرنا چاہا تھا اور ایسا اتفاق ہُوا کہ اس مقدمہ میں تینوں قوم کے چند منصوبہ باز آدمی یعنے عیسائی اور ہندو اور مسلمان میرے مخالف متفق ہوگئے۔ اور جہاں تک ان سے ہو سکتا تھا یہ کوشش کی کہ مجھ پر اقدامِ قتل کا الزام ثابت ہوجائے۔ عیسائی پادری مجھ سے اِس وجہ سے ناراض تھے کہ مَیں اِس کوشش میں تھا اور اب بھی ہوں کہ مسیح کی نسبت جو اُن کا غلط خیال ہے اس سے خدا کے بندوں کو نجات دوں اور یہ اوّل نمونہ تھا جو مَیں نے اُن لوگوں کا دیکھا۔ اور ہندو مجھ سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ مَیں نے لیکھرام نامی اُن کے ایک پنڈت کی نسبت اُس کی رضامندی سے اُس کے مَرنے کی نسبت خدا کا الہام پا کر پیشگوئی کی تھی اور وہ پیشگوئی اپنی میعاد میں اپنے وقت پر پُوری ہوگئی اور وہ خُدا کا ایک ہیبت ناک نشان تھا اور ایسا ہی مسلمان مولوی بھی ناراض تھے کیونکہ مَیں ان کے خونی مہدی اور خونی مسیح کے آنے سے اور نیز اُن کے جہاد کے مسئلہ کا مخالف تھا۔ لہٰذا ان تین قوموں کے بعض سرکردہ

لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ کسی طرح قتل کا جرم میرے پر لگ جائے اور مَیں مارا جاؤں یا قید کیا جاؤں۔ اور ان خیالات میں وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم تھے۔ اور خدا نے مجھے اُس گھڑی سے پہلے کہ ایسے منصوبے مخفی طور پر کئے جائیں اطلاع دے دی۔ اور پھر انجام کار بری کرنے کی مجھے خوشخبری سُنائی۔ اور یہ خُدا کے پاک الہام صدہا لوگوں میں قبل از وقت مشہور کئے گئے اور جبکہ مَیں نے الہام کی خبر پاکر دُعا کی کہ اے میرے مولیٰ اِس بلا کو مجھ سے رَدّ کر۔ تب مجھے الہام ہُوا کہ مَیں رَدّ کروں گا۔ اور تجھے اِس مقدمہ سے بَری کر دوں گا۔ اور وہ الہام بہتوں کو سُنایا گیا جو تین سَو سے بھی زیادہ تھے جو اَب تک زندہ موجود ہیں۔ اور ایسا ہُوا کہ میرے دشمنوں نے جھُوٹے گواہ بنا کر اور عدالت میں گذران کر اس مقدمہ کو ثبوت تک پہنچا دیا اور تین قوموں کے لوگوں نے جن کا ذکر ہو چکا ہے میرے مخالف گواہی دی۔ تب ایسا ہُوا کہ جس حاکم کے پاس وہ مقدمہ تھا جس کا نام کپتان ڈبلیو ڈگلس تھا جو ضلع گورداسپور کا ڈپٹی کمشنر تھا خدا نے طرح طرح کے اسباب سے تمام حقیقت اُس مقدمہ کی اُس پر کھول دی۔ اور اُس پر کھل گیا کہ وہ مقدمہ جھوٹا ہے۔ تب اُس کی انصاف پسندی اور عدل پروری نے یہ تقاضا کیا کہ اُس ڈاکٹر کا جو پادری کا کام بھی کرتا تھا کچھ بھی لحاظ نہ کر کے اس مقدمہ کو خارج کیا۔ اور جیسا کہ مَیں نے خدائے تعالیٰ سے الہام پاکر موجودہ خوفناک صورتوں کے برخلاف عام جلسوں میں اور صدہا لوگوں میں اپنا انجام بَری ہونا بتلایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ اور بہت سے لوگوں کی قوتِ ایمان کا باعث ہُوا اور نہ صرف یہی بلکہ اور بھی اس قسم کی کئی تہمتیں اور مجرمانہ صورت کے الزام میرے پر مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے لگائے گئے اور عدالت تک مقدمے پہنچائے گئے۔ مگر خدا نے مجھے قبل اِس کے جو مَیں عدالت میں بلایا جاتا اپنے الہام سے اوّل اور آخر کی خبر دیدی اور ہر ایک خوفناک مقدمے میں مجھے بری ہونے کی بشارت دی۔

اِس تقریر سے مُدّعا یہ ہے کہ بلاشبہ خُدائے تعالیٰ دُعاؤں کو سُنتا ہے بالخصوص جبکہ اُس پر بھروسہ کرنے والے مظلوم ہونے کی حالت میں اُس کے آستانہ پر گرتے ہیں تو وہ ان کی فریاد کو پہنچتا ہے



اور ایک عجیب طور پر اُن کی مدد کرتا ہے۔ اور ہم اس بات کے گواہ ہیں تو پھر کیا باعث اور کیا سبب کہ مسیح کی ایسی بے قراری کی دُعا منظور نہ ہُوئی؟ نہیں بلکہ منظور ہُوئی اور خدا نے اس کو بچا لیا۔ خُدا نے اس کے بچانے کے لئے زمین سے بھی اسباب پیدا کئے اور آسمان سے بھی۔ یوحنا یعنے یحییٰ نبی کو خُدا نے دُعا کرنے کے لئے مہلت نہ دی کیونکہ اُس کا وقت آچکا تھا۔ مگر مسیح کو دُعا کرنے کے لئے تمام رات مہلت دی گئی۔ اور وہ ساری رات سجدہ میں اور قیام میں خُدا کے آگے کھڑا رہا۔ کیونکہ خُدا نے چاہا کہ وہ بیقراری ظاہر کرے۔ اور اُس خدا سے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اپنی مخلصی چاہے۔ سو خُدا نے اپنی قدیم سنّت کے موافق اُس کی دُعا کو سُنا۔ یہودی اس بات میں جھوٹے تھے جنہوں نے صلیب دیکر یہ طعنہ مارا کہ اُس نے خُدا پر توکل کیا تھا کیوں خُدا نے اُس کو نہ چھڑایا۔ کیونکہ خُدا نے یہودیوں کے تمام منصوبے باطل کئے اور اپنے پیارے مسیح کو صلیب اور اُس کی لعنت سے بچا لیا اور یہودی نامراد رہے۔

اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ آیت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں۔ "ہابل راستباز کے خون سے برخیاہ کے بیٹے ذکریا کے خون تک جسے تم نے ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر آوے گا" دیکھو متی باب ۲۳۔ آیت ۳۵ و ۳۶۔ اب ان آیات پر اگر نظر غور کرو۔ تو واضح ہوگا کہ ان میں حضرت مسیح علیہ السّلام نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ یہودیوں نے جس قدر نبیوں کے خون کئے ان کا سلسلہ ذکریا نبی تک ختم ہو گیا۔ اور بعد اس کے یہودی لوگ کسی نبی کے قتل کرنے کے لئے قدرت نہیں پائیں گے۔ یہ ایک بڑی پیشگوئی ہے اور اس سے نہایت صفائی کے ساتھ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے ذریعہ سے قتل نہیں ہُوئے بلکہ صلیب سے بچ کر نکل گئے۔ اور آخر طبعی موت سے فوت ہُوئے۔ کیونکہ اگر یہ بات

صحیح ہوتی کہ حضرت مسیح علیہ السّلام بھی ذکریا کی طرح یہودیوں کے ہاتھ سے قتل ہونے والے تھے تو ان آیات میں حضرت مسیح علیہ السّلام ضرور اپنے قتل کئے جانے کی طرف بھی اشارہ کرتے اور اگر یہ کہو کہ گو حضرت مسیح علیہ السّلام بھی یہودیوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ لیکن اُن کا مارا جانا یہودیوں کے لئے کوئی گناہ کی بات نہیں تھی۔ کیونکہ وہ بطور کفّارہ کے مارے گئے تو یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۱ میں مسیح نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ یہودی مسیح کے قتل کرنے کے ارادہ سے سخت گنہ گار ہیں۔ اور ایسا ہی اور کئی مقامات میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ اس جُرم کی عوض میں جو مسیح کی نسبت اُن سے ظہور میں آیا خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل سزا ٹھہر گئے تھے۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۶ آیت ۲۴۔

اور منجملہ اُن انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھی جاتی ہے "مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اُن میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے دیکھ نہ لیں موت کا مزہ نہ چکھیں گے۔" دیکھو انجیل متی باب ۱۶ آیت ۲۸۔ ایسا ہی انجیل یوحنا کی یہ عبارت ہے۔ یسوع نے اسے کہا کہ اگر مَیں چاہوں کہ جب تک مَیں آؤں وہ (یعنے یوحنا حواری) یہیں ٹھہرے یعنے یروشلم میں۔ دیکھو یوحنا باب ۲۱ آیت ۲۲ یعنے اگر مَیں چاہوں تو یوحنا نہ مرے جب تک مَیں دوبارہ آؤں۔ ان آیات سے بکمال صفائی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السّلام نے وعدہ کیا تھا کہ بعض لوگ اُس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک کہ وہ پھر واپس ہو اور اُن زندہ رہنے والوں میں سے یوحنا کو بھی قرار دیا تھا۔ سو ضرور تھا کہ یہ وعدہ پُورا ہوتا۔ چنانچہ عیسائیوں نے بھی اس بات کو مان لیا ہے کہ یسوع کا اُس زمانہ میں جبکہ بعض اہل زمانہ زندہ ہوں پیشگوئی کے پُورا کرنے کے لئے آنا نہایت ضروری تھا۔ تا وعدہ کے موافق پیشگوئی ظہور میں آوے۔ اسی بنا پر پادری صاحبوں کو اس بات کا اقرار ہے کہ یسوع اپنے وعدہ کے موافق یروشلم کی بربادی کے وقت آیا تھا اور یوحنا نے اُس کو دیکھا۔



کیونکہ وہ اُس وقت تک زندہ تھا مگر یاد رہے۔ کہ عیسائی اس بات کو نہیں مانتے کہ مسیح اُس اُس وقت حقیقی طور پر اپنے قرارداد نشانوں کے موافق آسمان سے نازل ہؤا تھا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ایک کشفی رنگ میں یوحنا کو نظر آگیا۔ تا اپنی اُس پیشگوئی کو پُورا کرے۔ جو متی باب ۱۶ آیت ۳۸[لہ] میں ہے۔ مگر مَیں کہتا ہُوں کہ اِس قسم کے آنے سے پیشگوئی پوری نہیں ہوسکتی یہ تو نہایت ضعیف تاویل ہے۔ گویا نکتہ چینیوں سے نہایت تکلّف کے ساتھ پیچھا چھڑانا ہے اور یہ معنے اس قدر غلط اور بدیہی البطلان ہیں کہ اس کے ردّ کرنے کی بھی حاجت نہیں۔ کیونکہ اگر مسیح نے خواب یا کشف کے ذریعہ سے کسی پر ظاہر ہونا تھا تو پھر ایسی پیشگوئی گویا ایک ہنسی کی بات ہے۔※ اس طرح تو ایک مدّت اِس سے پہلے حضرت مسیح پولوس پر بھی ظاہر ہو چکے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی جو متی باب ۱۶ آیت ۲۸ میں ہے اُس نے پادری صاحبوں کو نہایت گھبراہٹ میں ڈال رکھا ہے۔ اور وہ اپنے عقیدہ کے موافق کوئی معقول معنے اس کے نہیں کرسکے۔ کیونکہ یہ کہنا اُن کے لئے مشکل تھا کہ مسیح یروشلم کی بربادی کے وقت اپنے جلال کے ساتھ آسمان سے نازل ہؤا تھا۔ اور جس طرح آسمان پر ہر ایک طرف چمکنے والی بجلی سب کو نظر آجاتی ہے۔ سب نے اُس کو دیکھا تھا۔ اور انجیل کے اِس فقرہ کو بھی نظر انداز کرنا اُن کے لئے آسان نہ تھا کہ اُن میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے دیکھ نہ لیں مَوت کا مزہ نہ چکھیں گے۔ لہٰذا نہایت تکلّف سے اس پیشگوئی کو کشفی رنگ میں مانا

---

※ : مَیں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ اس زمانہ کے مولوی عیسائیوں سے بھی زیادہ متی باب ۲۶ آیت ۲۴ کے پُر تکلّف معنے کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جبکہ مسیح نے اپنے آنے کیلئے یہ شرط لگادی تھی کہ بعض شخص اس زمانہ کے ابھی زندہ ہونگے اور ایک حواری بھی زندہ ہوگا جب مسیح آئیگا تو اس صورت میں ضروری ہے کہ وہ حواری اب تک زندہ ہو کیونکہ مسیح ابتک نہیں آیا اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ حواری کسی پہاڑ میں پوشیدہ طور پر مسیح کے انتظار میں چھپ کر بیٹھا ہُوا ہے۔ منہ

لہ : سہو کتابت سے آیت ۳۸ لکھا گیا ہے۔ درست حوالہ آیت ۲۸ ہے (ناشر)

گیا مگر یہ نادرست ہے۔ کشفی طور پر تو ہمیشہ خدا کے برگزیدہ بندے خاص لوگوں کو نظر آجایا کرتے ہیں۔ اور کشفی طور پر خواب کی بھی شرط نہیں بلکہ بیداری میں ہی نظر آجاتے ہیں۔ چنانچہ مَیں خود اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ مَیں نے کئی دفعہ کشفی طور پر حضرت مسیح علیہ السّلام کو دیکھا ہے۔ اور بعض نبیوں سے بھی مَیں نے عین بیداری میں ملاقات کی ہے۔ اور مَیں نے سیّد و مولیٰ اپنے امام نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کئی دفعہ عین بیداری میں دیکھا ہے اور باتیں کی ہیں۔ اور ایسی صاف بیداری سے دیکھا ہے جس کے ساتھ خواب یا غفلت کا نام و نشان نہ تھا۔ اور مَیں نے بعض اور وفات یافتہ لوگوں سے بھی اُن کی قبر پر یا اور موقعہ پر عین بیداری میں ملاقات کی ہے اور اُن سے باتیں کی ہیں۔ مَیں خوب جانتا ہوں کہ اس طرح پر عین بیداری میں گذشتہ لوگوں کی ملاقات ہو جاتی ہے اور نہ صرف ملاقات بلکہ گفتگو ہوتی ہے اور مصافحہ بھی ہوتا ہے اور اس بیداری اور روزمرّہ کی بیداری میں لوازم حواس میں کچھ بھی فرق نہیں ہوتا۔ دیکھا جاتا ہے کہ ہم اسی عالم میں ہیں اور یہی کان ہیں اور یہی آنکھیں ہیں اور یہی زبان ہے۔ مگر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم اور ہے۔ دنیا اس قسم کی بیداری کو نہیں جانتی کیونکہ دنیا غفلت کی زندگی میں پڑی ہے۔ یہ بیداری آسمان سے ملتی ہے۔ یہ اُن کو دی جاتی ہے جن کو نئے حواس ملتے ہیں۔ یہ ایک صحیح بات ہے اور واقعات حقّہ میں سے ہے۔ پس اگر مسیح اسی طرح یروشلم کی بربادی کے وقت یوحنا کو نظر آیا تھا۔ تو گو وہ بیداری میں نظر آیا اور گو اس سے باتیں بھی کی ہوں اور مصافحہ کیا ہو۔ تاہم وہ واقعہ اس پیشگوئی سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ وہ امور ہیں جو ہمیشہ دنیا میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور اب بھی اگر ہم توجہ کریں تو خدا کے فضل سے مسیح کو یا اور کسی مقدس نبی کو عین بیداری میں دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ایسی ملاقات سے متی باب ۱۶ آیت ۲۸ کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہو سکتی۔

سو اصل حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مسیح جانتا تھا کہ مَیں صلیب سے بچ کر دوسرے ملک میں چلا جاؤں گا اور خدا نہ مجھے ہلاک کرے گا اور نہ دُنیا سے اُٹھائے گا جب تک کہ مَیں یہودیوں کی بربادی



اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں۔ اور جب تک کہ وہ بادشاہت جو برگزیدوں کے لئے آسمان میں مقرر ہوتی ہے اپنے نتائج نہ دکھلاوے مَیں ہرگز وفات نہیں پاؤں گا۔ اس لئے مسیح نے یہ پیشگوئی کی تا اپنے شاگردوں کو اطمینان دے کہ عنقریب تم میرا یہ نشان دیکھو گے کہ جنہوں نے مجھ پر تلوار اُٹھائی وہ میری زندگی اور میرے مشاہدہ میں تلواروں سے ہی قتل کئے جائیں گے۔ سو اگر ثبوت کچھ چیز ہے تو اس سے بڑھ کر عیسائیوں کے لئے اور کوئی ثبوت نہیں کہ مسیح اپنے مُنہ سے پیشگوئی کرتا ہے کہ ابھی تم میں سے بعض زندہ ہوں گے کہ مَیں پھر آؤں گا۔

یاد رہے کہ انجیلوں میں دو قسم کی پیشگوئیاں ہیں جو حضرت مسیح کے آنے کے متعلق ہیں (۱) ایک وہ جو آخری زمانہ میں آنے کا وعدہ ہے وہ وعدہ روحانی طور پر ہے اور وہ آنا اُسی قسم کا آنا ہے جیسا کہ ایلیا نبی مسیح کے وقت دوبارہ آیا تھا۔ سو وہ ہمارے اس زمانہ میں ایلیا کی طرح آچکا اور وہ یہی راقم ہے جو خادم نوع انسان ہے جو مسیح موعود ہو کر مسیح علیہ السلام کے نام پر آیا۔ اور مسیح نے میری نسبت انجیل میں خبر دی ہے۔ سو مبارک وہ جو مسیح کی تعظیم کے لئے میرے باب میں دیانت اور انصاف سے غور کرے اور ٹھوکر نہ کھاوے۔ (۲) دُوسری قسم کی پیشگوئیاں جو مسیح کے دوبارہ آنے کے متعلق انجیلوں میں پائی جاتی ہیں وہ درحقیقت مسیح کی اُس زندگی کے ثبوت کے لئے بیان کی گئی ہیں جو صلیب کے بعد خدائے تعالیٰ کے فضل سے قائم اور بحال رہی۔ اور صلیبی موت سے خدا نے اپنے برگزیدہ کو بچا لیا۔ جیسا کہ یہ پیشگوئی جو ابھی بیان کی گئی عیسائیوں کی یہ غلطی ہے کہ ان دونوں مقاموں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے بڑی گھبراہٹ اور طرح طرح کی مشکلات اُن کو پیش آتے ہیں۔ غرض مسیح کے صلیب سے بچ جانے کے لئے یہ آیت جو متی ۱۶ باب میں پائی جاتی ہے بڑا ثبوت ہے۔

اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی مندرجہ ذیل آیت ہے۔ "اور اُس وقت انسان کے بیٹے کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا۔ اور اُس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور

انسان کے بیٹے کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں میں آتے دیکھیں گے۔" دیکھو متی باب ۲۴ آیت ۳۰۔ اس آیت کا اصل مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ جبکہ آسمان سے یعنے محض خدا کی قدرت سے ایسے علوم اور دلائل اور شہادتیں پیدا ہو جائیں گی کہ جو آپ کی الوہیت یا صلیب پر فوت ہونے اور آسمان پر جانے اور دوبارہ آنے کے عقیدہ کا باطل ہونا ثابت کر دیں گی۔ اور جو قومیں آپ کے نبی صادق ہونے کی منکر تھیں بلکہ صلیب دیئے جانے کی وجہ سے اُن کو لعنتی سمجھتی تھیں جیسا کہ یہود اُن کے جھوٹ پر بھی آسمان گواہی دے گا۔ کیونکہ یہ حقیقت بخوبی کھل جائے گی کہ وہ مصلوب نہیں ہوئے اس لئے لعنتی بھی نہیں ہوئے۔ تب زمین کی تمام قومیں جنہوں نے اُنکے حق میں افراط یا تفریط کی تھی ماتم کریں گی اور اپنی غلطی کی وجہ سے سخت ندامت اور خجالت اُن کے شامل حال ہوگی۔ اور اُسی زمانہ میں جبکہ یہ حقیقت کھل جائے گی لوگ رُوحانی طور پر مسیح کو زمین پر نازل ہوتے دیکھیں گے۔ یعنی انہی دنوں میں مسیح موعود جو اُن کی قوت اور طبیعت میں ہو کر آئے گا۔ آسمانی تائید سے اور اس قدرت اور جلال سے جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے اُس کے شامل ہوگی اپنے چمکتے ہوئے ثبوت کے ساتھ ظاہر ہوگا اور پہچانا جائے گا۔ اس آیت کی تشریح یہ ہے کہ خُدائے تعالیٰ کی قضا و قدر سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا ایسا وجود ہے اور ایسے واقعات ہیں جو بعض قوموں نے ان کی نسبت افراط کیا ہے اور بعض نے تفریط کی راہ لی ہے۔ یعنے ایک وہ قوم ہے کہ جو انسانی لوازم سے اُن کو دُور تر لے گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں کہ اب تک وہ فوت نہیں ہوئے اور آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں۔ اور اُن سے بڑھ کر وہ قوم ہے جو کہتے ہیں کہ صلیب پر فوت ہو کر اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے ہیں اور خدائی کے تمام اختیار اُن کو مل گئے ہیں بلکہ وہ خود خدا ہیں۔ اور دوسری قوم یہودی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ وہ صلیب پر مارے گئے۔ اس لئے نعوذ باللہ وہ ہمیشہ کے لئے لعنتی ہوئے اور ہمیشہ کیلئے



مورد غضب۔ اور خُدا اُن سے بیزار ہے اور وہ بیزاری اور دشمنی کی نظر سے اُن کو دیکھتا ہے اور وہ کاذب اور مفتری اور نعوذ باللہ کافر اور ملحد ہیں اور خُدا کی طرف سے نہیں ہیں۔ سو یہ افراط اور تفریط ایسا ظلم سے بھرا ہوا طریق تھا کہ ضرور تھا کہ خدائے تعالیٰ اپنے سچے نبی کو ان الزاموں سے بری کرتا۔ سو انجیل کی آیت مذکورہ بالا کا اسی بات کی طرف اشارہ ہے اور یہ جو کہا کہ زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی۔ یہ اس بات کی طرف ایما کی گئی ہے کہ وہ تمام فرقے جن پر قوم کا لفظ اطلاق پا سکتا ہے اُس روز چھاتی پیٹیں گی اور جزع فزع کریں گی اور اُن کا ماتم سخت ہوگا۔ اس جگہ عیسائیوں کو ذرہ توجہ سے اس آیت کو پڑھنا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ جبکہ اس آیت میں کل قوموں کے چھاتی پیٹنے کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے تو اس صورت میں عیسائی اِس ماتم سے کیونکر باہر رہ سکتے ہیں۔ کیا وہ قوم نہیں ہیں اور جبکہ وہ بھی اس آیت کے رُو سے چھاتی پیٹنے والوں میں داخل ہیں۔ تو پھر وہ کیوں اپنی نجات کا فکر نہیں کرتے۔ اس آیت میں صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ جب مسیح کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا تو زمین پر جتنی قومیں ہیں وہ چھاتی پیٹیں گی۔ سو ایسا شخص مسیح کو جھٹلاتا ہے جو کہتا ہے کہ ہماری قوم چھاتی نہیں پیٹے گی۔ ہاں وہ لوگ چھاتی پیٹنے کی پیشگوئی کا مصداق نہیں ٹھہر سکتے جن کی جماعت ابھی تھوڑی ہے اور اس لائق نہیں ہے جو اس کو قوم کہا جائے۔ اور وہ ہمارا فرقہ ہے بلکہ یہی ایک فرقہ ہے جو پیشگوئی کے اثر اور دلالت سے باہر ہے کیونکہ اس فرقہ کے ابھی چند آدمی ہیں جو کسی طرح قوم کا لفظ اُن پر صادق نہیں آسکتا۔ مسیح نے خدا سے الہام پا کر بتلایا کہ جب آسمان پر ایک نشان ظاہر ہوگا تو زمین کے کل وہ گروہ جو بباعث اپنی کثرت کے قوم کہلانے کے مستحق ہیں چھاتی پیٹیں گے اور کوئی ان میں سے باقی نہیں رہے گا مگر وُہی کم تعداد لوگ جن پر قوم کا لفظ صادق نہیں آسکتا۔ اس پیشگوئی کے مصداق سے نہ عیسائی باہر رہ سکتے ہیں اور نہ اس زمانہ کے مسلمان اور نہ یہودی اور نہ کوئی اور مکذب۔ صرف ہماری یہ

جماعت باہر ہے کیونکہ ابھی خدا نے ان کو تخم کی طرح بویا ہے۔ نبی کا کلام کسی طور سے جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ کلام میں صاف یہ اشارہ ہے کہ ہر ایک قوم جو زمین پر ہے چھاتی پیٹے گی تو ان قوموں میں سے کونسی قوم باہر رہ سکتی ہے۔ مسیح نے تو اس آیت میں کسی قوم کا استثناء نہیں کیا۔ ہاں وہ جماعت بہر صورت مستثنیٰ ہے جو ابھی قوم کے اندازہ تک نہیں پہنچی یعنے ہماری جماعت۔ اور یہ پیشگوئی اِس زمانہ میں بنہایت صفائی سے پوری ہوئی کیونکہ وہ سچائی جو حضرت مسیح کی نسبت اب پوری ہوئی ہے وہ بلا شبہ ان تمام قوموں کے ماتم کا موجب ہے کیونکہ اس سے سب کی غلطی ظاہر ہوتی ہے اور سب کی پردہ دری ظہور میں آتی ہے۔ عیسائیوں کے خُدا بنانے کا شور و غوغا حسرت کی آہوں سے بدل جاتا ہے۔ مسلمانوں کا دن رات کا ضد کرنا کہ مسیح آسمان پر زندہ گیا آسمان پر زندہ گیا رونے اور ماتم کے رنگ میں آجاتا ہے اور یہودیوں کا تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

اور اس جگہ یہ بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں جو لکھا ہے کہ اُسوقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی۔ اس جگہ زمین سے مراد بلادِ شام کی زمین ہے جس سے یہ تینوں قومیں تعلق رکھتی ہیں۔ یہودی اس لئے کہ وہی اُن کا مبداء اور منبع ہے اور اسی جگہ اُن کا معبد ہے۔ عیسائی اس لئے کہ حضرت مسیح اسی جگہ ہُوئے ہیں اور عیسائی مذہب کی پہلی قوم اسی ملک میں پیدا ہوئی ہے۔ مسلمان اِس لئے کہ وہ اس زمین کے قیامت تک وارث ہیں۔ اور اگر زمین کے لفظ کے معنے ہر یک زمین لی جائے تب بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ حقیقت کھلنے پر ہر یک مکذب نادم ہوگا۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ عبارت ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ "اور قبریں کھل گئیں اور بہت لاشیں پاک لوگوں کی جو آرام میں تھیں اٹھیں اور اس کے اُٹھنے کے بعد (یعنے مسیح کے اٹھنے کے بعد) قبروں میں سے نکل کر اور مقدس شہر میں جا کر بہتوں



کو نظر آئیں"۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۷ آیت ۵۲۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ قصہ جو انجیل میں بیان کیا گیا ہے کہ مسیح کے اُٹھنے کے بعد پاک لوگ قبروں سے باہر نکل آئے اور زندہ ہو کر بہتوں کو نظر آئے یہ کسی تاریخی واقعہ کا بیان نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر گویا اسی دنیا میں قیامت نمودار ہو جاتی اور وہ امر جو صدق اور ایمان دیکھنے کے لئے دُنیا پر مخفی رکھا گیا تھا وہ سب پر کھل جاتا اور ایمان ایمان نہ رہتا اور ہر یک مومن اور کافر کی نظر میں آنے والے عالم کی حقیقت ایک بدیہی چیز ہو جاتی جیسا کہ چاند اور سورج اور دن اور رات کا وجود بدیہی ہے تب ایمان ایسی قیمتی اور قابل قدر چیز نہ ہوتی جس پر اجر پانے کی کچھ اُمید ہو سکتی۔ اگر لوگ اور بنی اسرائیل کے گذشتہ نبی جن کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے سچ مچ واقعہ صلیب کے وقت زندہ ہو گئے تھے اور زندہ ہو کر شہر میں آ گئے تھے اور حقیقت میں مسیح کی سچائی اور خدائی ثابت کرنے کے لئے یہ معجزہ دکھلایا گیا تھا جو صدہا نبیوں اور لاکھوں راستبازوں کو ایکدم میں زندہ کر دیا گیا تو اس صورت میں یہودیوں کو ایک عُمدہ موقعہ ملا تھا کہ وہ زندہ شدہ نبیوں اور دوسرے راستبازوں اور اپنے فوت شدہ باپ دادوں سے مسیح کی نسبت دریافت کرتے کہ کیا یہ شخص جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے درحقیقت خُدا ہے یا کہ اپنے اس دعوے میں جُھوٹا ہے۔ اور قرینِ قیاس ہے کہ اس موقعہ کو انہوں نے ہاتھ سے نہ دیا ہوگا۔ اور ضرور دریافت کیا ہوگا کہ یہ شخص کیسا ہے۔ کیونکہ یہودی ان باتوں کے بہت حریص تھے کہ اگر مُردے دُنیا میں دوبارہ آجائیں تو اُن سے دریافت کریں تو پھر جس حالت میں لاکھوں مُردے زندہ ہو کر شہر میں آ گئے اور ہر ایک محلہ میں ہزاروں مُردے چلے گئے تو ایسے موقعہ کو یہودی کیونکر چھوڑ سکتے تھے ضرور انہوں نے نہ ایک نہ دو سے بلکہ ہزاروں سے پُوچھا ہوگا۔ اور جب یہ مُردے اپنے اپنے گھروں میں داخل ہوئے ہوں گے تو ان لاکھوں انسانوں کے دُنیا میں دوبارہ آنے سے گھر گھر میں شور پڑ گیا ہوگا۔ اور ہر ایک گھر میں یہی شغل اور یہی ذکر اور یہی تذکرہ شروع ہو گیا ہوگا کہ مُردوں سے پُوچھتے ہوں گے کہ کیا آپ لوگ اس شخص کو جو یسوع مسیح

کہلاتا ہے حقیقت میں خدا جانتے ہیں ۔ مگر چونکہ مُردوں کی اس گواہی کے بعد جیسا کہ اُمید تھی یہودی حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائے اور نہ کچھ نرم دل ہُوئے بلکہ اور بھی سخت دل ہوگئے ۔ تو غالباً معلوم ہوتا ہے کہ مُردوں نے کوئی اچھی گواہی نہیں دی بلکہ بلا توقف یہ جواب دیا ہوگا کہ یہ شخص اپنے اس دعوٰئے خدائی میں بالکل جھوٹا ہے اور خدا پر بہتان باندھتا ہے ۔ تبھی تو لاکھوں انسان بلکہ پیغمبروں اور رسولوں کے زندہ ہونے کے بعد بھی یہودی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور حضرت مسیح کو مار کر پھر دوسروں کے قتل کی طرف متوجہ ہوئے ۔ بھلا یہ بات سمجھ آسکتی ہے کہ لاکھوں راستباز کہ جو حضرت آدم سے لے کر حضرت یحیٰی تک اُس زمین پاک کی قبروں میں سوئے ہوئے تھے وہ سب کے سب زندہ ہو جائیں اور پھر وعظ کرنے کے لئے شہر میں آئیں اور ہر ایک کھڑا ہو کر ہزارہا انسانوں کے سامنے یہ گواہی دے کہ درحقیقت یسوع مسیح خدا کا بیٹا بلکہ خود خُدا ہے اسی کی پُوجا کیا کرو اور پہلے خیالات چھوڑو ۔ ورنہ تمہارے لئے جہنم ہے جس کو خود ہم دیکھ کر آئے ہیں ۔ اور پھر باوجود اس اعلیٰ درجہ کی گواہی اور شہادت رویت کے جو لاکھوں راستباز مُردوں کے مُنہ سے نکلی یہود ؛ اپنے انکار سے باز نہ آئیں ۔ ہمارا کانشنس تو اس بات کو نہیں مانتا ۔ پس اگر فی الحقیقت لاکھوں راستباز فوت شدہ پیغمبر اور رسُول وغیرہ زندہ ہو کر گواہی کے لئے شہر میں آئے تھے تو کچھ شک نہیں کہ انہوں نے کچھ اُلٹی ہی گواہی دی ہو گی ۔ اور ہرگز حضرت مسیح کی خدائی کو تصدیق نہیں کیا ہوگا ۔ تبھی تو یہودی لوگ مُردوں کی گواہیوں کو سُن کر اپنے کفر پر پکے ہوگئے ۔ اور حضرت مسیح تو اُن سے خدائی منوانا چاہتے تھے مگر وہ تو اس گواہی کے بعد نبوت سے بھی منکر ہو بیٹھے ۔

غرض ایسے عقیدے نہایت مضر اور بد اثر ڈالنے والے ہیں کہ ایسا یقین کیا جائے کہ یہ لاکھوں مُردے یا اس سے پہلے کوئی مُردہ حضرت مسیح نے زندہ کیا تھا کیونکہ اُن مُردوں کے زندہ



ہونے کے بعد کوئی نیک نتیجہ پیدا نہیں ہُوا ۔ یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ اگر مثلاً کوئی شخص کسی دُور دراز ملک میں جاتا ہے اور چند برس کے بعد اپنے شہر میں واپس آتا ہے تو طبعاً اس کے دل میں یہ جوش ہوتا ہے کہ اُس ملک کے عجائب غرائب لوگوں کے پاس بیان کرے اور اُس ولایت کے عجیب درعجیب واقعات سے اُن لوگوں کو اطلاع دے نہ یہ کہ اتنی مدت کی جدائی کے بعد جب اپنے لوگوں کو ملے تو زبان بند رکھے اور گونگوں کی طرح بیٹھا رہے بلکہ ایسے موقعہ میں دوسرے لوگوں میں بھی فطرتاً یہ جوش پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے پاس دَوڑے آتے ہیں اور اس ملک کے حالات اس سے پُوچھتے ہیں ۔ اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ اُن لوگوں کے ملک میں کوئی غریب شکستہ حال وارد ہو جس کی ظاہری حیثیت غریبانہ ہو اور وہ دعویٰ کرتا ہو کہ مَیں اس ملک کا بادشاہ ہوں جس کے پایہ تخت کا سیر کر کے یہ لوگ آئے ہیں ۔ اور مَیں فلاں فلاں بادشاہ سے بھی اپنے شاہانہ مرتبہ میں اوّل درجہ پر ہوں تو لوگ ایسے سیاحوں سے ضرور پوچھا کرتے ہیں کہ بھلا یہ تو بتلائیے کہ فلاں شخص جو ان دنوں میں ہمارے ملک میں اُس ملک سے آیا ہُوا ہے کیا سچ مچ یہ اُس ملک کا بادشاہ ہے اور پھر وہ لوگ جیسا کہ واقعہ ہو بتلا دیا کرتے ہیں تو اس صورت میں جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے حضرت مسیح کے ہاتھ سے مُردوں کا زندہ ہونا فقط اس حالت میں قابل پذیرائی ہوتا جبکہ وہ گواہی جو اُن سے پوچھی گئی ہوگی جس کا پُوچھا جانا ایک طبعی امر ہے کوئی مفید نتیجہ بخشتی لیکن اس جگہ ایسا نہیں ہے پس ناچار اس بات کے فرض کرنے سے کہ مُردے زندہ ہوئے تھے اس بات کو بھی ساتھ ہی فرض کرنا پڑتا ہے کہ ان مُردوں نے حضرت مسیح کے حق میں کوئی مفید گواہی نہیں دی ہوگی جس سے اُن کی سچائی تسلیم کی جاتی ۔ بلکہ ایسی گواہی دی ہوگی جس سے اور بھی فتنہ بڑھ گیا ہوگا ۔ کاش اگر انسانوں کی جگہ دوسرے چارپایوں کا زندہ کرنا بیان کیا جاتا تو اس میں بہت کچھ پردہ پوشی متصور تھی مثلاً یہ کہا جاتا کہ حضرت مسیح نے کئی ہزار بیل زندہ کئے تھے تو یہ بات بہت معقول ہوتی اور کسی کے

اعتراض کے وقت جبکہ مذکورہ بالا اعتراض کیا جاتا یعنے یہ کہا جاتا کہ اُن مُردوں کی گواہی کا نتیجہ کیا ہُوا تو ہم فی الفور کہہ سکتے کہ وہ تو بیل تھے اُن کی زبان کہاں تھی جو بھلی یا بُری گواہی دیتے۔ بھلا وہ تو لاکھوں مُردے تھے جو حضرت مسیح نے زندہ کئے آج مثلاً چند ہندووں کو بُلا کر پُوچھو کہ اگر تمہارے فوت شدہ باپ دادے دس بیس زندہ ہو کر دنیا میں واپس آجائیں اور گواہی دیں کہ فلاں مذہب سچّا ہے تو کیا پھر بھی تم کو اس مذہب کی سچائی میں شک باقی رہ جائے گا۔ تو ہرگز نفی کا جواب نہیں دیں گے پس یقیناً سمجھو کہ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں کہ اس قدر انکشاف کے بعد پھر بھی اپنے کفر اور انکار پر اڑا رہے افسوس ہے کہ ایسی کہانیوں کی بندش میں ہمارے ملک کے سِکھ خالصہ عیسائیوں سے اچھے رہے اور انہوں نے ایسی کہانیوں کے بنانے میں خوب ہوشیاری کی۔ کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اُن کے گورو باوا نانک نے ایک دفعہ ایک ہاتھی مُردہ زندہ کیا تھا۔ اب یہ اِس قسم کا معجزہ ہے کہ نتائج مذکورہ کا اعتراض اُس پر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ سکھ کہہ سکتے ہیں کہ کیا ہاتھی کی کوئی بولنے والی زبان ہے کہ تا باوا نانک کی تصدیق یا تکذیب کرتا۔ غرض عوام تو اپنی چھوٹی سی عقل کی وجہ سے ایسے معجزات پر بہت خوش ہوتے ہیں مگر عقلمند غیر قوموں کے اعتراضوں کا نشانہ بنکر کوفتہ خاطر ہوتے ہیں اور جس مجلس میں ایسی بے ہودہ کہانیاں کی جائیں وہ بہت شرمندہ ہوتے ہیں۔ اب چونکہ ہم کو حضرت مسیح علیہ السّلام سے ایسا ہی محبت اور اخلاص کا تعلق ہے جیسا کہ عیسائیوں کو تعلق ہے بلکہ ہم کو بہت بڑھ کر تعلق ہے کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کس کی تعریف کرتے ہیں مگر ہم جانتے ہیں کہ ہم کس کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ ہم نے ان کو دیکھا ہے۔ لہٰذا اب ہم اس عقیدہ کی اصل حقیقت کو کھولتے ہیں کہ جو انجیلوں میں لکھا ہے کہ صلیب کے واقعہ کے وقت تمام راستباز فوت شدہ زندہ ہو کر شہر میں آگئے تھے۔

پس واضح ہو کہ یہ ایک کشفی امر تھا جو صلیب کے واقعہ کے بعد بعض پاک دل لوگوں نے خواب



کی طرح دیکھا تھا کہ گویا مقدس مُردے زندہ ہو کر شہر میں آگئے ہیں۔ اور لوگوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں اور جیسا کہ خوابوں کی تعبیر خدا کی پاک کتابوں میں کی گئی ہے۔ مثلاً جیسا کہ حضرت یوسف کی خواب کی تعبیر کی گئی۔ ایسا ہی اس خواب کی بھی ایک تعبیر تھی۔ اور وہ یہ تعبیر تھی کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور خدا نے اس کو صلیب کی موت سے نجات دے دی۔ اور اگر ہم سے یہ سوال کیا جائے کہ یہ تعبیر تمہیں کہاں سے معلوم ہوئی تو اس کا یہ جواب ہے کہ فنِ تعبیر کے اماموں نے ایسا ہی لکھا ہے اور تمام معبّرین نے اپنے تجربہ سے اس پر گواہی دی ہے چنانچہ ہم قدیم زمانہ کی ایک امام فن تعبیر یعنے صاحب کتاب تعطیرالانام کی تعبیر کو اس کی اصل عبارت کے ساتھ ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ من رأی ان الموتیٰ وثبوا من قبورھم ورجعوا الیٰ دورھم فانہ یطلق من فی السجن دیکھو کتاب تعطیرالانام فی تعبیرالمنام مصنفہ قطب الزمان شیخ عبدالغنی النابلسی صفحہ ۲۸۹ ۔ ترجمہ: اگر کوئی یہ خواب دیکھے یا کشفی طور پر مشاہدہ کرے کہ مُردے قبروں میں سے نکل آئے اور اپنے گھروں کی طرف رجوع کیا تو اس کی یہ تعبیر ہے کہ ایک قیدی قید سے رہائی پائے گا اور ظالموں کے ہاتھ سے اس کو مخلصی حاصل ہوگی۔ طرز بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قیدی ہوگا کہ ایک شان اور عظمت رکھتا ہوگا۔ اب دیکھو یہ تعبیر کیسی معقولی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام پر صادق آتی ہے اور فی الفور سمجھ آجاتا ہے کہ اسی اشارہ کے ظاہر کرنے کے لئے فوت شدہ راستباز زندہ ہو کر شہر میں داخل ہوتے نظر آئے کہ تا اہلِ فراست معلوم کریں کہ حضرت مسیح صلیبی موت سے بچائے گئے۔

ایسا ہی اور بہت سے مقامات انجیلوں میں پائے جاتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام صلیب کے ذریعہ سے نہیں مَرے بلکہ مخلصی پا کر کسی دوسرے ملک میں چلے گئے۔ لیکن مَیں خیال کرتا ہوں کہ جس قدر مَیں نے بیان کیا ہے وہ منصفوں کے سمجھنے کے لئے

کافی ہے۔

ممکن ہے کہ بعض دلوں میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ انجیلوں میں یہ بھی تو بار بار ذکر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام صلیب پر فوت ہو گئے اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ ایسے اعتراضات کا جواب مَیں پہلے بطور اختصار دے چکا ہوں۔ اور اب بھی اس قدر بیان کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ جبکہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام صلیبی واقعہ کے بعد حواریوں کو ملے اور گلیل تک سفر کیا اور روٹی کھائی اور کباب کھائے اور اپنے زخم دکھلائے اور ایک رات بمقام املوس[لہ] حواریوں کے ساتھ رہے اور خفیہ طور پر پلاطوس کے علاقہ سے بھاگے اور نبیوں کی سنت کے موافق اُس ملک سے ہجرت کی اور ڈرتے ہُوئے سفر کیا تو یہ تمام واقعات اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ صلیب پر فوت نہیں ہُوئے تھے اور فانی جسم کے تمام لوازم ان کے ساتھ تھے اور کوئی نئی تبدیلی اُن میں پیدا نہیں ہوئی تھی اور آسمان پر چڑھنے کی کوئی عینی شہادت انجیل سے نہیں ملتی ※ اور اگر ایسی شہادت ہوتی بھی تب بھی لائق اعتبار نہ تھی کیونکہ انجیل نویسوں کی یہ عادت معلوم ہوتی ہے کہ وہ بات کا بتنگڑ بنا لیتے ہیں اور ایک ذرہ سی بات پر حاشیے چڑھاتے چڑھاتے ایک پہاڑ اس کو کر دیتے ہیں۔ مثلاً کسی انجیل نویس کے مُنہ سے نکل گیا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ اب دُوسرا انجیل نویس اس فکر میں پڑتا ہے کہ اس کو پُورا خدا بنا دے اور تیسرا تمام زمین آسمان کے اختیار اُس کو دیتا ہے اور چوتھا واشگاف کہہ دیتا ہے کہ وُہی ہے جو کچھ ہے اور کوئی دوسرا خُدا نہیں۔ غرض اس طرح پر کھینچتے کھینچتے کہیں کا کہیں لے جاتے ہیں۔ دیکھو وہ رؤیا جس میں نظر آیا تھا کہ گویا مُردے قبروں میں سے اُٹھ کر شہر میں چلے گئے۔ اب ظاہری معنوں پر زور دے کر یہ جتلایا گیا کہ حقیقت میں مُردے قبروں میں سے باہر نکل آئے تھے اور یروشلم شہر میں آ کر اور لوگوں سے ملاقاتیں کی تھیں اسجگہ غور کرو کہ

---

※ ۔ کوئی بیان نہیں کرتا کہ مَیں اس بات کا گواہ ہوں اور میری آنکھوں نے دیکھا ہے کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے تھے۔ منہ

لہ: ۔ درست لفظ اماؤس ہے۔ (ناشر)



کیسے ایک پر کا کوّا بنایا گیا۔ پھر وہ ایک کوّا نہ رہا بلکہ لاکھوں کوّے اُڑائے گئے۔ جس جگہ مبالغہ کا یہ حال ہو اُس جگہ حقیقتوں کا کیونکر پتہ لگے۔ غور کے لائق ہے کہ ان انجیلوں میں جو خدا کی کتابیں کہلاتی ہیں ایسے ایسے مبالغات بھی لکھے گئے کہ مسیح نے وہ کام کئے کہ اگر وہ سب کے سب لکھے جاتے تو وہ کتابیں جن میں وہ لکھے جاتے دنیا میں نہ سما سکتیں۔ کیا اتنا مبالغہ طریق دیانت و امانت ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اگر مسیح کے کام ایسے ہی غیر محدود اور حد بندی سے باہر تھے تو تین برس کی حد میں کیونکر آ گئے۔ ان انجیلوں میں یہ بھی خرابی ہے کہ بعض پہلی کتابوں کے حوالے غلط بھی دیئے ہیں۔ شجرہ نسب مسیح کو بھی صحیح طور پر لکھ نہ سکے۔ انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی عقل کچھ موٹی تھی یہاں تک کہ بعض حضرت مسیح کو بھُوت سمجھ بیٹھے اور ان انجیلوں پر قدیم سے یہ بھی الزام چلا آتا ہے کہ وہ اپنی صحت پر باقی نہیں رہیں۔ اور خود جس حالت میں بہت سی اور بھی کتابیں انجیل کے نام سے تالیف کی گئیں تو ہمارے پاس کوئی پختہ دلیل اس بات پر نہیں کہ کیوں اُن دوسری کتابوں کے سب کے سب مضمون ردّ کئے جائیں اور کیوں ان انجیلوں کا کُل لکھا ہُوا مان لیا جائے۔ ہم خیال نہیں کر سکتے کہ کبھی دُوسری انجیلوں میں اس قدر بے اصل مبالغات لکھے گئے ہیں جیسا کہ ان چار انجیلوں میں عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو ان کتابوں میں مسیح کا پاک اور بے داغ چال چلن مانا جاتا ہے اور دوسری طرف اس پر ایسے الزام لگائے جاتے ہیں جو کسی راستباز کی شان کے ہرگز مناسب نہیں ہیں۔ مثلاً اسرائیلی نبیوں نے یُوں تو توریت کے منشاء کے موافق ایک ہی وقت میں صدہا بیویوں کو رکھا تا پاکوں کی نسل کثرت سے پیدا ہو۔ مگر آپ نے کبھی نہیں سُنا ہوگا کہ کسی نبی نے اپنی بے قیدی کا یہ نمونہ دکھلایا کہ ایک ناپاک بدکردار عورت اور شہر کی مشہور فاسقہ اس کے بدن سے اپنے ہاتھ لگا دے اور اس کے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ملے اور اپنے بال اس کے پاؤں پر ملے اور وہ یہ سب کچھ ایک جوان ناپاک خیال عورت سے

ہونے دے اور منع نہ کرے۔ اس جگہ صرف نیک ظنی کی برکت سے انسان ان اوہام سے بچ سکتا ہے جو طبعاً ایسے نظارہ کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن بہرحال یہ نمونہ دوسروں کے لئے اچھا نہیں۔ غرض ان انجیلوں میں بہت سی باتیں ایسی بھری پڑی ہیں کہ وہ بتلا رہی ہیں کہ یہ انجیلیں اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہیں یا اُن کے بنانے والے کوئی اور ہیں۔ حواری اور ان کے شاگرد نہیں ہیں۔ مثلاً انجیل متی کا یہ قول۔" اور یہ بات آج تک یہودیوں میں مشہور ہے۔" کیا اس کا لکھنے والا متی کو قرار دینا صحیح اور مناسب ہو سکتا ہے؟ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اس انجیل متی کا لکھنے والا کوئی اور شخص ہے جو متی کی وفات کے بعد گذرا ہے۔

پھر اسی انجیل متی باب ۲۸ آیت ۱۲،۱۳ میں ہے۔ "تب انہوں نے یعنے یہودیوں نے بزرگوں کے ساتھ اکٹھے ہو کر صلاح کی اور اُن پہرہ والوں کو بہت روپے دیئے اور کہا تم کہو کہ رات کو جب ہم سوتے تھے اُس کے شاگرد یعنے مسیح کے شاگرد آکر اُسے چُرا کر لے گئے۔" دیکھو یہ کیسی کچی اور نامعقول باتیں ہیں۔ اگر اس سے مطلب یہ ہے کہ یہودی اس بات کو پوشیدہ کرنا چاہتے تھے کہ یسوع مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے اِس لئے انہوں نے پہرہ والوں کو رشوت دی تھی کہ تا عظیم الشان معجزہ اُن کی قوم میں مشہور نہ ہو۔ تو کیوں یسوع نے جس کا یہ فرض تھا کہ اپنے اس معجزہ کی یہودیوں میں اشاعت کرتا۔ اُس کو مخفی رکھا بلکہ دوسروں کو بھی اس کے ظاہر کرنے سے منع کیا۔ اگر یہ کہو کہ اُس کو پکڑے جانے کا خوف تھا تو مَیں کہتا ہوں کہ جب ایک دفعہ خدائے تعالیٰ کی تقدیر اس پر وارد ہو چکی اور وہ مر کر پھر جلالی جسم کے ساتھ زندہ ہو چکا تو اب اُس کو یہودیوں کا کیا خوف تھا۔ کیونکہ اب یہودی کسی طرح اُس پر قدرت نہیں پا سکتے تھے۔ اَب تو وہ فانی زندگی سے ترقی پا چکا تھا۔ افسوس کہ ایک طرف تو اُس کا جلالی جسم سے زندہ ہونا اور حواریوں کو ملنا اور جلیل کی طرف جانا اور پھر آسمان پر اُٹھائے جانا بیان کیا گیا ہے اور پھر بات بات میں اس جلالی جسم کے ساتھ بھی یہودیوں کا خوف ہے اُس



ملک سے پوشیدہ طور پر بھاگتا ہے کہ تا کوئی یہودی دیکھ نہ لے اور جان بچانے کے لئے ستّر کوس کا سفر جلیل کی طرف کرتا ہے۔ باربار منع کرتا ہے کہ یہ واقعہ کسی کے پاس بیان نہ کرو۔ کیا یہ جلالی جسم کے لچھن اور علامتیں ہیں؟ نہیں بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی جلالی اور نیا جسم نہ تھا وہی زخم آلودہ جسم تھا جو جان نِکلنے سے بچایا گیا۔ اور چونکہ یہودیوں کا پھر بھی اندیشہ تھا اس لئے برعایت ظاہر اسباب مسیح نے اُس ملک کو چھوڑ دیا اس کے مخالف جس قدر باتیں بیان کی جاتی ہیں وہ سب کی سب بے ہودہ اور خام خیال ہیں کہ پہرہ داروں کو یہودیوں نے رشوت دی کہ تم یہ گواہی دو کہ حواری لاش کو چرا کر لے گئے اور ہم سوتے تھے۔ اگر وہ سوتے تھے تو ان پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ تم کو سونے کی حالت میں کیونکر معلوم ہو گیا کہ یسوع کی لاش کو چوری اُٹھا لے گئے۔ اور کیا صرف اتنی بات سے کہ یسوع قبر میں نہیں کوئی عقلمند سمجھ سکتا تھا کہ وہ آسمان پر چلا گیا ہے کیا دنیا میں اور اسباب نہیں جن سے قبریں خالی رہ جاتی ہیں؟ اس بات کا بارِ ثبوت تو مسیح کے ذمہ تھا کہ وہ آسمان پر جانے کے وقت دو تین سو یہودیوں کو ملتا اور پلاطوس سے بھی ملاقات کرتا جلالی جسم کے ساتھ اس کو کس کا خوف تھا مگر اُس نے یہ طریق اختیار نہیں کیا اور اپنے مخالفوں کو ایک ذرہ ثبوت نہیں دیا بلکہ خوفناک دل کے ساتھ جلیل کی طرف بھاگا۔ اس لئے ہم قطعی طور پر یقین رکھتے اور مانتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ وہ اس قبر سے نکل گیا جو کوٹھے کی طرح کھڑکی دار تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر حواریوں کو ملا مگر یہ ہرگز سچ نہیں کہ اُس نے کوئی نیا جلالی جسم پایا۔ وہی جسم تھا اور وہی زخم تھے اور وہی خوف دل میں تھا کہ مبادا بدبخت یہودی پھر پکڑ لیں۔ متی باب ۲۸ آیت ۷، ۸، ۹، ۱۰ کو غور سے پڑھو۔ ان آیات میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ دو عورتیں جن کو کسی نے یہ پتہ دیا تھا کہ مسیح جیتا ہے اور جلیل کی طرف جا رہا ہے اور کہنے والے نے چپکے سے یہ بھی کہا تھا کہ شاگردوں کو جا کر یہ خبر کر دو۔ وہ اس بات کو سُن کر خوش تو ہوئیں مگر بڑی خوفناک حالت میں روانہ ہوئیں یعنے یہ اندیشہ

تھا کہ اب بھی کوئی شریر یہودی مسیح کو پکڑ نہ لے۔ اور آیت ۹ میں ہے کہ جب وہ عورتیں شاگردوں کو خبر دینے جاتی تھیں تو یسوع انہیں ملا اور کہا سلام۔ اور آیت دس میں ہے کہ یسوع نے انہیں کہا کہ مت ڈرو یعنے میرے پکڑے جانے کا اندیشہ نہ کرو بلکہ میرے بھائیوں کو کہو کہ جلیل کو جائیں۔ وہاں مجھے دیکھیں گے۔ یعنی یہاں میں ٹھہر نہیں سکتا کہ دشمنوں کا اندیشہ ہے غرض اگر فی الحقیقت مسیح مرنے کے بعد جلالی جسم کے ساتھ زندہ ہوا تھا تو یہ بارِ ثبوت اُس پر تھا کہ وہ ایسی زندگی کا یہودیوں کو ثبوت دیتا۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ وہ اس بارِ ثبوت سے سبکدوش نہیں ہوا۔ یہ ایک بدیہی بے ہودگی ہے کہ ہم یہودیوں پر الزام لگاویں کہ انہوں نے مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کے ثبوت کو روک دیا بلکہ مسیح نے خود اپنے دوبارہ زندہ ہونے کا ایک ذرہ ثبوت نہیں دیا بلکہ بھاگنے اور چھپنے اور کھانے اور سونے اور زخم دکھلانے سے اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔"

(مسیح ہندوستان میں۔ رُوحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۶ تا صفحہ ۵۰)

---

لہ :۔ نوٹ ۔ اِس جگہ مسیح نے عورتوں کو ان الفاظ سے تسلّی نہیں دی کہ اب میں نے جلالی جسم کے ساتھ اُٹھا ہوں۔ اب میرے پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا بلکہ عورتوں کو کمزور دیکھ کر معمولی تسلّی دی جو ہمیشہ مرد عورتوں کو دیا کرتے ہیں۔ غرض جلالی جسم کا کوئی ثبوت نہ دیا بلکہ اپنا گوشت اور ہڈیاں دکھلا کر معمولی جسم کا ثبوت دے دیا۔ منہ -

Printed by RAQEEM PRESS Islamabad, Sheephach Lane Tilford, U.K.